www.shibliacademy.org

معارف

مئی ۲۰۱۶ء

مجلس دارالمصنّفین کا ماہوار علمی رسالہ

دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

www.shibliacademy.org

سالانہ زرتعاون

ہندوستان میں سالانہ ۲۸۰؍روپیے۔ فی شمارہ ۲۵؍روپیے۔ رجسٹرڈ ڈاک ۴۸۴؍روپیے

دیگر ممالک میں سادہ ڈاک ۱۶۶۰؍روپیے۔ دیگر ممالک رجسٹرڈ ڈاک ۱۷۸۰؍روپیے

ہندوستان میں ۵ سال کی خریداری صرف ۱۳۰۰؍روپیے میں دستیاب۔

(اوپر کی رقوم ہندوستانی روپیے میں دی گئی ہیں)

پاکستان میں ماہنامہ معارف کے لئے رابطہ کریں

HAFIZ SAJJAD ELAHI

196 - AHMAD BLOCK, NEW GARDEN TOWN

LAHORE (PUNJAB) PAKISTAN

Tel: 0300 - 4682752, (R) 5863609, (O) 7280916

Email: abdulhadi_133@yahoo.com

سالانہ چندہ کی رقم منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کے ذریعہ بھیجیں۔ بینک ڈرافٹ درج ذیل نام سے بنوائیں۔

DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY, AZAMGARH

- زرتعاون ختم ہونے پر تین ماہ کے بعد رسالہ بند کردیا جائے گا۔
- معارف کا زرتعاون وقت مقررہ پر روانہ فرمائیں۔
- خط و کتابت کرتے وقت رسالہ کے لفافے پر درج خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
- معارف کی ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں کی خریداری پر دی جائے گی۔
- کمیشن ۲۵ فیصد ہوگا۔ رقم پیشگی آنی چاہیے۔

مقالہ نگار حضرات سے التماس

- مقالہ صفحہ کے ایک طرف لکھا جائے۔
- حواشی مقالے کے آخر میں دیئے جائیں۔
- مآخذ کے حوالہ جات مکمل اور اس ترتیب سے ہوں: مصنف یا مؤلف کا نام، کتاب کا نام، مقام اشاعت، سن اشاعت، جلد یا جزاور صفحہ نمبر۔

عبدالمنان ہلالی (جوائنٹ سکریٹری رمنیجر) نے معارف پریس میں چھپوا کر
دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

www.shibliacademy.org

دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی کا علمی و دینی ماہنامہ

معارف

جلد نمبر ۱۹۷ ماہ شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ مطابق مئی ۲۰۱۶ء عدد ۵

فہرست مضامین

مجلس ادارت

مولانا سید محمد رابع ندوی
لکھنؤ

پروفیسر ریاض الرحمٰن خاں
شروانی
علی گڑھ

(مرتبہ)
اشتیاق احمد ظلی
محمد عمیر الصدیق ندوی

دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی
پوسٹ بکس نمبر: ۱۹
شبلی روڈ، اعظم گڑھ (یوپی)
پن کوڈ: ۲۷۶۰۰۱

www.shibliacademy.org

شذرات

ایک آسٹریلین دہشت گرد ڈینس میکائیل روہن (Dennis Michael Rohan) نے ۲۱/ اگست ۱۹۶۹ء کو مسجد اقصیٰ میں آگ لگادی جس سے مسجد کا جنوب مشرقی حصہ بری طرح متاثر ہوا اور اس کا بیش قیمت تاریخی ممبر پوری طرح جل گیا جسے سلطان صلاح الدین نے مسجد کو نذر کیا تھا۔ پہلے تو اس سانحہ کی وجہ شارٹ سرکٹ بتائی گئی لیکن بعد میں یہ بات عیاں ہوگئی کہ اس مذموم حرکت کو کس نے انجام دیا تھا۔ ڈینس آسٹریلیا کا شہری تھا اور ایک ٹورسٹ کی حیثیت سے وہاں آیا ہوا تھا۔ ابتداء میں یہ کہا گیا کہ اس کا تعلق عیسائیوں کے اس فرقہ سے تھا جو یہ یقین رکھتا ہے کہ دنیا میں مسیح کی دوبارہ آمد اسی وقت ہوگی جب مسجد کو تباہ کرکے اس کی جگہ یہودی معبد کی تعمیر ہوجائے گی۔ بعد میں آزاد ذرائع کی تحقیقات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اس مذموم سازش میں اسرائیل پوری طرح شریک تھا۔ اس عظیم سانحہ سے دنیا بھر میں مسلمانوں کے جذبات جس طرح مجروح ہوئے اس کا اظہار مختلف طریقوں سے ہوا۔ اس کا سب سے اہم اور دوررس نتیجہ یہ نکلا کہ شاہ فیصل کی پہل پر رباط میں مسلم ممالک کی پہلی سربراہ کانفرنس منعقد ہوئی جو آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کی تشکیل پر منتج ہوئی۔ بعد میں اس کا نام آرگنائزیشن آف اسلامک کوآپریشن (O.I.C) رکھ دیا گیا۔

رباط میں مسلم ممالک کے سربراہان کا اجلاس ۲۵/ستمبر ۱۹۶۹ء کو ہوا جس میں آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کی تاسیس عمل میں آئی۔ ۱۹۷۰ء میں جدہ میں اس کے وزرائے خارجہ کی پہلی میٹنگ ہوئی جس نے جدہ میں تنظیم کے مستقل سکریٹریٹ کے قیام کا فیصلہ کیا۔ تاسیس کے وقت ارکان کی تعداد پچیس تھی۔ اس وقت اس کے ممبر ملکوں کی تعداد ۵۷ ہے جو چار براعظموں پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اقوام متحدہ کے بعد یہ سب سے بڑی بین الممالک تنظیم ہے۔ اس کے ممبر ممالک میں تیل اور قدرتی ذخائر سے مالامال اور اسٹریٹجک حیثیت سے نہایت اہم ممالک شامل ہیں ۔ یہ عالم اسلام کی نمائندہ تنظیم ہے اور اسے اسلامی ممالک کی اجتماعی آواز کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کا چارٹر نہایت اعلیٰ مقاصد پر مشتمل ہے جن میں اسلامی ممالک کے درمیان تعاون اور اشتراک عمل کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ تنظیم کا تیرہواں سربراہی اجلاس گذشتہ دنوں

www.shibliacademy.org

۱۴-۱۵/اپریل کو استانبول میں منعقد ہوا۔ موجودہ حالات کے تناظر میں بجا طور پر اس کا خاص موضوع اتحاد اور باہمی یکجہتی (Unity and Solidarity) تھا۔

عالم اسلام میں بحیثیت مجموعی اور مشرق وسطیٰ میں خصوصی طور پر اس وقت جو دردناک صورت حال پائی جاتی ہے اس کے پیش نظر یہ کانفرنس غیر معمولی اہمیت کی حامل تھی اور اس سے بڑی توقعات وابستہ تھیں۔ بجا طور پر اس سے امید کی جا رہی تھی کہ عالم اسلام کے درمیان پائے جانے والے شدید اختلافات اور تنازعات کا کوئی قابل عمل حل تلاش کرنے میں کامیاب ہوگی۔ لیکن کانفرنس کی روداد اور اس کے اعلامیہ کو دیکھنے کے بعد یہ افسوسناک حقیقت سامنے آتی ہے، ان اعلیٰ مقاصد کا حصول تو دور رہا اسلامی ملکوں کے درمیان پائے جانے والے اختلافات زیادہ واضح طور پر ابھر کر دنیا کے سامنے آ گئے۔ ان کے حل کے لیے پس پردہ کیا کوشش ہوئیں ان کا اندازہ کرنا تو مشکل ہے البتہ یہ کہنا شاید بیجا نہ ہو کہ عالم اسلام میں پائی جانے والی صورت حال پر شاید ہی اس کا کوئی قابل لحاظ اثر مرتب ہو۔ اعلامیہ میں عالم اسلام کو درپیش تقریباً تمام اہم مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے اور ان کو حل کرنے کے عزم کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان مسائل میں فلسطین کا مسئلہ سرفہرست ہے۔ اگر یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ اس تنظیم کے قیام کا محرک بھی یہی مسئلہ تھا تو یہ اہمیت دو چند ہو جاتی ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر ابھی گذرے دنوں خاص اسی مسئلہ پر انڈونیشا میں او۔آئی۔سی کا ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا تھا۔ اس سے پہلے بھی تنظیم اس مسئلہ پر خاص توجہ دیتی رہی ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ابھی تک زمینی سطح پر نہ صرف یہ کہ ان کوششوں کا کوئی محسوس اثر مرتب نہیں ہوا ہے بلکہ حالات پہلے سے کہیں زیادہ خراب ہو چکے ہیں۔ مسجد اقصیٰ شدید خطرات کی زد میں ہے اور غزہ میں محصور فلسطینیوں پر عرصہ حیات تنگ ہو چکا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ دردناک حقیقت یہ ہے کہ تنظیم کے کئی اراکین اعلانیہ اور خفیہ فلسطینیوں کے خلاف اسرائیل کی پشت پناہی کرتے ہیں۔

امریکہ میں نومبر میں نئے صدر کے انتخاب کے لیے الیکشن ہونے والے ہیں۔ چنانچہ اس وقت وہاں کی دونوں پارٹیاں اس کے لیے اپنے امیدوار کے انتخاب میں مصروف ہیں۔ دونوں پارٹیوں کے درمیان بہت سے بنیادی مسائل کے سلسلہ میں شدید اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ البتہ ایک مسئلہ ایسا ہے جس کے بارے میں نہ صرف یہ کہ دونوں پارٹیاں متحد ہیں بلکہ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی پوری

www.shibliacademy.org

کوشش کرتی ہیں۔ یہ مسئلہ اسرائیل نوازی سے تعلق رکھتا ہے۔ دونوں پارٹیوں کے صدارتی امیدوار اسرائیل سے وفاداری کی حد تک پہنچی ہوئی وابستگی اور ہر قیمت پر اس کی حمایت اور حفاظت کے عزم کے اظہار اور اعلان میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ اس کا ایک خاص موقع AIPC کا سالانہ اجلاس ہوتا ہے جس میں ہر امیدوار کی حاضری ناگزیر ہے۔ پورے الیکشن پروسس کے دوران فلسطینیوں کے مسائل اور ان کے حقوق کا ذکر بھی ایسی نامطلوب چیز ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ورمانٹ کے سینیٹر برنی سینڈرس نے جو ڈیموکریٹک پارٹی کی امیدواری کے لیے کوشاں ہیں، اس روایت کو چیلنج کیا ہے۔ ان سطور کے لکھنے کے وقت یہ بات تقریباً طے ہو چکی ہے کہ ہلاری کلنٹن کے مقابلہ میں وہ بازی ہار جائیں گے۔ لیکن ان کی اس ہار میں بھی فتح کی ایک شان ہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ AIPC کے اجلاس میں شرکت سے انکار کیا بلکہ پوری جرأت سے فلسطینیوں کے حقوق اور ان کے خلاف ہونے والے مظالم کی بات کی۔ فلسطین اور اسرائیل سمیت کئی اہم مسائل کے بارے میں وہ امریکہ میں ہونے والی سیاسی گفتگو کے لب ولہجہ، انداز اور سطح کو موثر انداز میں چیلنج کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ پہلے جن موضوعات پر گفتگو اور مباحثہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اب وہ پوری شدت سے زیر گفتگو ہیں۔ اس پوری صورت حال کا سب سے زیادہ حیرت ناک پہلو یہ ہے کہ ان کا تعلق ایک یہودی خاندان سے ہے۔

اگلے مہینہ میں جون کے شمارے پر معارف کی زندگی کے سو سال پورے ہو جائیں گے۔ اس مناسبت سے اس شمارہ کو خاص نمبر کی حیثیت سے شائع کیا جائے گا۔ چونکہ اسے رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجا جائے گا اس لیے یہ آپ کے ہاتھ میں کسی قدر تاخیر سے پہنچے گا۔

دارالمصنّفین اور معارف کے بڑے قدرداں اور معروف محقق ڈاکٹر عارف نوشاہی صاحب گذشتہ دنوں ہندوستان تشریف لائے تھے۔ علی گڑھ میں ان سے ملاقات کی خوشی حاصل ہوئی۔ اس موقع پر دارالمصنّفین کے کتب خانہ کے لیے انہوں نے درج ذیل کتابیں عنایت کیں۔ رسالہ (گِل کار) گِل کاری۔ فتوت نامہ بنّایان، تالیف حبیب اللہ بنّا مشہور بہ گِل کار وزیر آبادی پنجابی، مقدمہ، تصحیح وتعلیقات عارف نوشاہی، ارمغان ہندوستان، عارف نوشاہی، مجالس کلیمی، مصنف کامگار خاں حسینی، تصحیح متن، مقدمہ مع حواشی عبدالوزیر ساحر۔

www.shibliacademy.org

مقالات

ریاست بہاول پور کے عمائد کی فارسی ادبی خدمات

ڈاکٹر عصمت درانی*

(۲)

مولوی شمس الدین (وفات: ۱۸۸۴ء): سادات علوی تھے۔ان کے آبا و اجداد ۱۷۷۹ء میں لاہور سے بہاول پور آکر آباد ہوئے۔نواب بہاول خان ثانی عالم فاضل لوگوں کی بہت قدر کرتے تھے۔مولوی شمس الدین بھی اپنی لیاقت اور قابلیت کی وجہ سے ریاست کی صدر عدالت کے جج دوم رہے۔مولوی صاحب عربی اور فارسی کے عالم تھے۔وہ سرکاری فرائض کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف میں بھی دلچسپی لیتے تھے۔ملازمت کے عرصہ میں اور اس کے بعد مسلسل تعلیمی مشاغل میں مصروف رہے۔اس علمی شغف کی وجہ سے انہوں نے ایک بہت بڑا کتب خانہ تیار کرلیا تھا جس میں بہت سی نادر و نایاب کتابیں بھی بڑی مشکلات سے حاصل کر کے محفوظ کرلی تھیں۔۱۸۷۹ء میں سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔دسمبر ۱۸۸۴ء میں وفات پائی۔درج ذیل کتابیں ان کی علمی زندگی کی یادگاریں ہیں:

تاریخ مراد (سید مراد شاہ گردیزی کی تحریر کردہ ریاست بہاول پور کی ایک جامع تاریخ ہے،اس کی تالیف و ترتیب کا کام مولوی صاحب نے انجام دیا)،مختصر الوقائع (بہاول پور کی تاریخ)، مختصر تاریخ ملتان، علاج الاطفال (طب)،فصوص الحکم (فارسی)،تفسیر سورۃ قدسمع اللہ اور منافقون سورۃ ملک، آخری پارہ، عربی اور فارسی زبانوں میں ترجمہ و تفسیر، عقاید شمسیہ علی ما علیہا الصوفیہ العالیہ (اس میں علاوہ مراحل روحانیات کے بزرگان دین کے حالات، مناقب اور اقوال جمع کیے گئے ہیں)،

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ فارسی، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور۔

www.shibliacademy.org

سراج العصمت (انبیاؑ کے بارے میں)، مخزن سلیمانی (حافظ عبدالعزیز پر ہاروی کی کتاب اکسیر کا اردو ترجمہ)، مجربات شمسیہ (یہ طب کی ایک بیاض ہے جس میں مجربات خاص درج ہیں)، حاشیہ شرح وقایہ (شرح وقایہ کے ان تمام حواشی کا جو اس وقت تک لکھے جا چکے تھے، بہترین خلاصہ اور مجموعہ ہے)۔ (العزیز، جولائی، ۱۹۴۰ء، ص ۴۳۔۴۱؛ نقوش رفتگان، ص ۲۹)

ان کتابوں میں بعض تو مخطوطات کی شکل میں تھیں جو ورثا کی بے احتیاطی کی وجہ سے دیمک کی نذر ہو گئیں۔ لیکن مخزن سلیمانی کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مطبع نول کشور لکھنؤ سے اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ طب اور عملیات کے موضوع پر یہ کتاب ۲۴۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کا آغاز فارسی زبان میں ہے جس میں کتاب کی اہمیت، ترجمے کی افادیت، اپنے تعارف اور حضرت خواجہ سلیمان تونسوی سے اس کے انتساب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (بہاول پور میں اردو، ص:۱۱۸)

مولوی حافظ عزیز الدین عزیز المعروف ساعت ساز (وفات ۱۸۹۲ء): یہ بہاول پور کے علمی خاندان کی بلند پایہ شخصیت تھے۔ نوابان بہاول پور کے اتالیق بھی رہے۔ مولوی شمس الدین، چیف جج ریاست بہاول پور کے چچازاد بھائی اور حضرت مولانا غلام رسول چنڑ بہاول پوری (وفات: ۱۲۹۰ھ) کے خاص شاگرد تھے۔ گھڑی سازی میں عمدہ مہارت تھی۔ جو درس و تدریس کے علاوہ ان کا ذریعہ معاش تھا۔

صاحب دیوان فارسی شاعر تھے۔ قصیدہ بردہ کا ترجمہ نظم میں بزبان فارسی، اردو اور ہندی زبان (پنجابی یا سرائیکی) میں بطور مخمس لکھا۔ اس مخمس کا تاریخی نام نظم الورع ہے جو بمبئی کے حسنی پریس میں شائع ہوا تھا۔ اس کتاب کے ۱۱۶ صفحات ہیں۔ کتاب کے آخر میں لکھا ہے کہ ۲۸/شعبان المعظم ۱۲۹۷ھ بروز جمعہ مطابق ۶/اگست ۱۸۸۰ء بعد از زوال بلدہ بہاول پور میں یہ خمسہ ختم ہوا۔ تونسہ شریف میں انتقال ہوا اور آخری آرام گاہ وہیں بنی۔ (علمائے بہاول پور، ص:۳۹۔۳۸)

مولوی صاحب کا ایک دیوان فارسی غزلیات کا بھی ہے، جس سے نمونہ پیش خدمت ہے:

در دل نشاندہ ایم دل آرای خویش را — کردیم وقف خلوت او جای خویش را

از دیدنم چو رنجہ شود آن نگار شوخ — گویم برش چگونہ تمنای خویش را

www.shibliacademy.org

در ہر شکنج اوست مقید ہزار دل	شانہ مزن دو زلف سمن سائے خویش را
بی دل ہمی تپد ز الم تا کہ جان برد	وا کن ز لطف لعل شکر خاے خویش را
جان دادم وز کشمکش غم نشد خلاص	بردیم ما ز کوے تو غوغاے خویش را
دل را بہ عشق شعلہ رخی بر فروختیم	آتش زدیم جملہ سرا پای خویش را
تا پا برہنہ ما رہ صحرا گرفتہ ایم	رنگین نمودہ ام ہمہ صحرای خویش را
رندم عزیز وسجدۂ بت ہست دین ما	دانستہ ایم کعبہ کلیسای خویش را

(العزیز، اگست ۱۹۴۱ء، ص ۴۳۔ ۴۴)

شیخ محمد نصیر الدین: شیخ محمد فیروز الدین کے فرزند ہیں۔ دو مرتبہ ریاست بہاول پور کے وزیر مقرر ہوئے۔ ان کے بیٹے شیخ ریاض الدین بھی ریاست میں افسر پولیس رہے۔ یوں یہ خاندان تین پشت تک ریاست کا ملازم رہا۔ میر ابراہیم علی خان صاحب کے سبکدوش ہونے کے بعد خان بہادر محمد نصیر الدین خان صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، ضلع جھنگ اس عہدے کے لیے منتخب ہوئے۔ چنانچہ وہ ۱۹/ جون ۱۸۹۰ء کو ڈیرہ مبارک گئے اور بطور قائم مقام کام کرتے رہے۔ ۲۲/ جنوری ۱۸۹۱ء میں اس عہدہ پر مستقل مدار المہام ریاست قرار پائے۔ دسمبر ۱۸۹۱ء کو نواب صاحب کے ساتھ دورہ منچن آباد کے لیے۔ اسی دوران ان کو پنجاب حکومت کی طرف سے واپسی کا حکم ملا۔ یکم جنوری ۱۹۰۹ء کو انہیں ''خان بہادر'' کا لقب ملا۔ ۱۳/ جنوری ۱۹۲۰ء کو دوبارہ ریاست کے وزیر مقرر ہوئے۔ اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔

نواب بہاول خان خامس کی قبر پر شیخ نصیر الدین کا تاریخی قطعہ کندہ ہے:

حضرت نواب مبارک سیر	گشت تہ خاک چو خلوت گزین
کلک ملک سال وفاتش نوشت	''انجمن آرائے بہشت برین''

۱۳۲۵ھ

(حیات بہاول خان خامس، ص: ۲۰۵)

عبدالمالک صادقی (۱۸۵۵۔۱۹۴۱ء): نام عبدالمالک، کنیت ابوالبرکات اور تخلص مالک ہے۔ کھوڑی (گجرات) میں پیدا ہوئے۔ مولوی محمد عالم کے فرزند تھے۔ ۱۸۸۳ء میں نواب صادق محمد خان رابع، جنہوں نے ''صبح صادق'' کے نام سے شہرت پائی، کے دور میں بہاول پور آئے۔

www.shibliacademy.org

ریاست میں محکمہ تعلیم میں ملازم ہوئے اور پھر محکمہ مال کے مختلف عہدوں سے ترقی کر کے مشیر مال کے عہدے پر فائز ہوئے۔نواب بہاول خامس کی مشاورتی کونسل کے رکن بھی تھے۔انہوں نے نواب صادق خان رابع،نواب بہاول خان خامس اورنواب صادق خان خامس کا دور دیکھا۔نواب صادق خان رابع اور بہاول خان خامس کے علاوہ کونسل آف ریجنسی کا رکن ہونے کی وجہ سے نواب صادق خان خامس کے مقرب خاص تھے اوراسی مناسبت سے''صادق''تخلص اختیار کیا اور رفتہ رفتہ علامہ صادقی کے نام سے معروف ہوئے۔حکومت برطانیہ کی جانب سے انہیں''خان صاحب'' کا خطاب بھی ملا تھا۔(العزیز،ستمبر ۱۹۴۱ء،ص ۳۵)۔ ۱۹۲۴ء میں کونسل آف ریجنسی کا خاتمہ ہوا تو انہیں ۶۰۰ روپے ماہانہ پنشن اور ۲۰ مربع زمین عطا ہوئی۔صاحب علم وفضل تھے۔عربی، فارسی اور اردو کے قادرالکلام شاعر تھے۔تاریخ شاہان گوجر،شرح قصیدۂ بردہ،شرح قصیدۂ غوثیہ،النکاح،قصیدہ بردہ کا''حسن الجردہ بشرح قصیدہ بردہ'' کے نام سے منظوم ترجمہ وغیرہ ان کی قابل ذکر تصانیف ہیں۔

عبدالمالک صادقی کے چنداشعار بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں:

ای بر زدۂ بر عرش بریں نقش وز نام تو علم ازلی لوح و قلم را
فطرت بر سر زا نوی اندیشہ نہد سر تا جلوہ بہ بیند ز حدوث تو قدم را
آنجا کہ رسل لرزہ بر اندام فتادند ترویج دہد لطف تو آیین تو کرم را

(حسن الجردہ شرح قصیدہ بردہ،ص ۲۲۴۔۲۲۳)

شہزادہ محمد اشرف گورگانی (۱۸۶۵۔۱۹۲۲ء): یہ دہلی کے مغلیہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۸۲ء میں بہاول پور آ گئے تھے۔پہلے صادق الانوار پریس میں بطور مترجم ملازم ہوئے۔ پھر پروفیسر،میر منشی ناظم اور مشیر تعلیم ریاست بہاول پور کے عہدوں پر فائز رہے۔صادق التواریخ ان کی علمی یادگار ہے جو انہوں نے محمد دین کے اشتراک سے تحریر کی۔یہ کتاب ۱۸۹۹ء میں شائع ہوئی۔ اس میں دولت خداداد عباسیہ کی مکمل تاریخ پیش کی گئی ہے۔اس کتاب کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ اگرچہ یہ کتاب بہاول پور میں اردو زبان کی اولین تصانیف میں سے ایک ہے،لیکن اس کتاب میں ریاست اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان ہونے والے معاہدات کی تمام اہم دستاویزات اور خط و کتابت فارسی میں درج ہے۔اس نواب کی طرف سے امیران سندھ اور راجہ جیسل میر کو لکھے جانے

www.shibliacademy.org

والے خریطہ جات بھی فارسی میں ہیں۔نواب کا اپنے وزیر یعقوب خان کے نام خط بھی فارسی میں ہے جس میں اسے بہت مدبرانہ اور فلسفیانہ انداز میں انتظام سلطنت سے دلچسپی رکھنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔یہی نہیں بلکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے تحریر شدہ تمام خط و کتابت بھی فارسی میں جوں کی توں دے دی گئی ہے۔جس میں سر چارلس نیپر اور جارج رسل کلارک کے خریطہ جات کی نقول شامل ہیں۔جن کے تحت نواب بہاول خان ثالث کو جنگ افغانستان ۱۸۳۸ء میں امداد دینے پر علاقہ جات بھونگ بھارا اور سبزل کوٹ عطا کیے گئے۔نواب بہاول خان کا ایک خریطہ فارسی میں ریزیڈنٹ لاہور کے نام بھی ہے جس میں مولراج کی ملتان میں بغاوت کو فرو کرنے کے لیے بہاولپوری افواج وامداد کی روانگی کی اطلاع دی گئی ہے۔اس کا جواب ریزیڈنٹ لاہور کی جانب سے ۲۲/مئی ۱۸۴۸ء کو دیا گیا ہے جس میں ممکنہ حد تک زیادہ سے زیادہ فوج اس مقصد کے لیے مامور کرنے کی درخواست کی گئی ہے۔ ۱۸۴۴ء میں گورنر جنرل کی طرف سے ریاست کا علاقہ وٹواں انگریزی علاقے کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے جس پر نواب بہاول ثالث نے گورنر جنرل کے اس اقدام پر اپنی رضامندی کا اظہار فارسی مراسلہ میں کیا ہے۔علاوہ ازیں جنوری ۱۸۴۹ء کے گورنر جنرل کے فارسی خریطے کے ذریعے ہنگامہ ملتان میں انگریزوں کی مدد کرنے پر بطور انعام ایک لاکھ روپے پنشن کی ادائیگی کی اطلاع دی گئی ہے۔گورنر جنرل کی طرف سے میر ابراہیم کے نام فارسی خریطہ میں بہاول پور سے سبزل کوٹ تک سڑک کی تیاری کا حکم دیا گیا ہے۔اس کے علاوہ نواب صاحب کی طرف سے میر ابراہیم کے نام ایک فارسی خریطے میں سبزل کوٹ والی سڑک کی تعمیر میں تاخیر پر برہمی کا اظہار کیا گیا ہے۔

اس تمام فارسی خط و کتابت اور دستاویزات سے ثابت ہوتا ہے کہ دربار بہاول پور کی سرکاری زبان فارسی رہی ۔ صادق التواریخ سکھوں ،درانیوں اور والیان سندھ کے قریبی ہمسایہ ریاستوں سے تعلقات،آویزش اور چپقلش پر بھی سیر حاصل بحث کرتی ہے۔

اس کے علاوہ تاریخ نوابان بہاول پور بھی لکھی۔ بیشتر کلام نعتیہ ہے۔ان کا مجموعہ کلام خورشید معجز کلامی المعروف بہار کونین، سید اصغر علی دہلوی نے مرتب کر کے صادق الانوار پریس سے ۱۹۲۳ء میں شائع کیا۔جے پور (ہندوستان) میں دفن ہوئے۔(قندیل تواریخ،ص ۱۰۰)ان کی اولاد

www.shibliacademy.org

بہاول پور ہی میں مقیم رہی اور مختلف سرکاری خدمات کے علاوہ علم و ادب کی ترویج میں بھی حصہ لیتی رہی۔ ذیل کے نعتیہ اشعار بطور نمونہ:

عندلیبان ازل ، نغمہ سرایان رسولؐ
ساکنان حرم اقدس ، غزل خوانان رسولؐ
روکش مشک ختن ، کاکل پیچان رسولؐ
پر تو نور تجلی ، رخ تابان رسولؐ

(بہار کونین، ص: ۱۲۲)

مولوی محمد دین (وفات: ۱۹۳۳ء): حاجی مولوی محمد دین ولد مولا بخش، صادق التواریخ کے شریک مصنف ہیں۔ صادق ایجرٹن کالج میں انگریزی اور فلسفہ کے استاد تھے۔ ریاست بہاول پور کی کونسل آف ریجینسی کے فنانس ممبر تھے۔ برطانوی حکومت سے خان صاحب کا خطاب بھی ملا (دبستان بہاول پور، ص: ۷۲)۔ تصنیف و تالیف سے خاص شغف تھا۔ انہوں نے فارسی کے معروف شاعر جامی کی مثنوی یوسف و زلیخا کی شرح لکھی جو پند جامی کے نام سے پہلی بار ۱۹۰۵ء میں بہاول پور سے شائع ہوئی اور اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا۔ (بہاول پور کا ادب، ص: ۱۴۵) انہوں نے بہاول پور کی تاریخ انگریزی میں لکھی جس کا نام "A Political History of Bahawalpur State (1833-1866)." ہے۔ (تذکرہ ملوک شاہ، ص: ۱۰۴) اس کے علاوہ بھی کئی کتابیں تصنیف کیں جو اب نایاب ہیں۔

حافظ عبدالقدوس قدسی: ان کے حالات کے بارے میں اتنا پتا چلتا ہے کہ سہارن پور سے آئے تھے۔ امداد صابری، تاریخ صحافت اردو کی جلد سوم میں لکھتے ہیں کہ وہ مولانا راسخ کی پھوپھی کے صاحبزادے اور مولانا فقیر کے بھانجے تھے۔ (الزبیر، سوسالہ صحافت نمبر، ص: ۵۳) کیپٹن منچن سپرنٹنڈنٹ ریاست بہاول پور کے حکم سے ۱۸۶۶ء میں صادق الانوار پریس قائم کیا گیا۔ اس پریس کے قیام کے ایک سال کے بعد صادق الاخبار کا اجرا ہوا جو ۱۸۶۷ء سے ۱۹۵۵ء تک صحافتی خدمات انجام دیتا رہا۔ جس میں سرکاری خبریں، مراسلے، احکامات، اطلاعات اور فرامین کے ساتھ کبھی کبھار ادبی تخلیقات بھی شائع ہوتی تھیں۔ قدسی ۱۸۷۹ء میں سرکاری ہفتہ وار اخبار صادق الاخبار کے ایڈیٹر

www.shibliacademy.org

مقرر ہوئے۔ وہ ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۳ء تک اس کے ایڈیٹر رہے اور دوسری بار ۱۸۹۴ء سے ۱۸۹۶ء تک اس کی ادارت ان کے سپرد رہی۔ مطبع صادق الانوار کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے۔ قدسی نے صادق الاخبار کو نئے سرے سے منظم کیا۔ اس کی اشاعت میں اضافہ کیا اور اس کے صفحات بڑھائے۔ انہوں نے ادارت سنبھالتے ہی صادق الاخبار میں علمی اور ادبی حصہ بھی شامل کرلیا۔ اس کے بعد نہ صرف اپنا کلام شائع کرنا شروع کیا بلکہ دوسرے شعرا کی بھی حوصلہ افزائی کی۔ اسی دور میں انہوں نے مولوی عزیز الدین ساعت ساز، افضل حسین افضل، منشی بھگوان داس، مولوی غلام احمد صادق، اور دیگر کئی شعرا کو متعارف کروایا۔ (دبستان بہاول پور، ص:۳۶)

قدسی نے ایک کتاب جشن جمشیدی کے نام سے مرتب کی جس میں نواب صادق محمد خان رابع کے جشن مسند نشینی کی مناسبت سے مختلف شعرا کے کہے گئے فارسی، اردو اور عربی قصائد و قطعات، جشن کی روداد اور مختلف اخبارات کے تہنیتی پیغامات وغیرہ شامل ہیں۔ فارسی قصائد و قطعات کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ کتاب ۱۸۸۰ء مطبع صادق الانوار سے چھپی جس کے سپرنٹنڈنٹ بھی ان دنوں قدسی خود تھے۔ منشی فاضل مفتی غلام صفدر قریشی صدیقی فوقانی لاہوری نے درج ذیل قطعۂ تاریخ کہا:

جشن جمشیدی عجب مطبوعہ خاطر نسخہ است ۔۔۔ عمل تاریخ جلوس صادق روشن نگین
نسخۂ ذی اعتبار و نامۂ فرخندہ فال ۔۔۔ بالقین در دفتر عالم ہمین است و ہمین
طبع روشن کردہ انداز نظم و نثر این کتاب ۔۔۔ منشیان خورد بین و شاعران نکتہ چین
شد بنقد جان خرادارش ببازار جہان ۔۔۔ ہر فصیح و ہر بلیغ و ہر وجیہ و ہر حسین
طبع مطبوعش پسند طبع اہل طبع گشت ۔۔۔ شد بلند از ہر زماں آوازۂ صد آفرین
سال تاریخ شیوع این کتاب بی بدل ۔۔۔ ”کرد فوقانی رقم نو جشن جمشید یست این“
۱۲۹۷ھ ۔۔۔ (جشن جمشیدی، ص ۸۶)

قدسی کا فارسی کلام اب نایاب ہے۔ نمونۂ کلام کے طور پر ایک شعر:

بازآمد آن گل در چمن، بازآمد آن بو در سمن، بازآمد آن دُر در عدن، بازآمد آن لعل یمن
بازآمد آن گل پیرہن، بازآمدہ آن سکہ زن، صادق محمد خانِ من، صادق محمد خانِ من

www.shibliacademy.org

(جشن جمشیدی، ص: ۳۷)

منشی بھگوان داس: حالات زندگی کی تفصیل دستیاب نہیں ہو سکی۔ سررشتہ دار صدر عدالت، منشی بھگوان داس ذہین، ۱۸۸۲ء میں منچن آباد میں مجسٹریٹ تھے۔ وہ ممتاز شعرا میں شمار ہوتے تھے۔ اردو اور فارسی میں نظم اور غزل کہتے تھے۔ صادق الاخبار میں ان کا کلام شائع ہوتا تھا۔ انہوں نے خان بہادر ڈپٹی شیخ غلام نبی قریشی، چیف جج کی مدح میں ایک قصیدہ بھی لکھا۔ محمد مہدی خان ۱۸۸۲ء میں ریاست بہاول پور میں وزیر مقرر ہوئے تو انہوں نے ان کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا اور آخر میں ان کے تقرر کی تاریخ بھی نظم کر دی۔ ۶؍ستمبر ۱۸۸۰ء کو نواب صادق خان رابع کے فرزند رحیم یار خان کی پیدائش پر درج ذیل قطعہ کہا:

عزیزان طرز نو آموخت استاد ازل با من — کہ ہرگز این گرہ نکشود عقل از نارسائیہا
کہ تاریخ طلوع آفتاب اوج رعنائی — چہ یعنی قرۃ العین پدر عمرش فزون بادا
دہم ماہ دہم با حسن و خوبی جلوہ گر آمد — بسال یک ہزار و بر نود ہفت و دو صد اقرا
سزد گر خضر باشد دایہ او تا ابد ہر دم — کہ عیسی را دعای طول عمرش شد شغل پیدا
بہ فہمیدم ز ہر لفظی کہ در ابجد شمار اول — بکن تربیع و پس تضعیف و منہا دو عدد منہا
بہ ہشتش طرح دہ انگہ بماند آنچہ زو باقی — ز لفظ او عدد می گیر و دو چنداں نما او را

(جشن جمشیدی، ص ۵۴)

سید فیض الحسن: ریاست بہاول پور کی صدر عدالت کے چیف جج تھے۔ ۱۸۷۹ء تا ۱۸۸۲ء تک اس عہدے پر متمکن رہے۔ خان بہادر کا خطاب ملا۔ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ بھی اپنے عدالتی فرائض رات گئے تک جاری رکھتے تھے۔ (صادق الاخبار، ۲۷؍ربیع الثانی، ۱۲۹۷ھ، ص ۴) ان کی دیانت داری کی اس سے بڑی اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو وہ مقروض تھے۔ نواب صادق محمد رابع نے ان کے قرض کی ادائیگی کے لیے مبلغ پانچ ہزار روپے سرکاری خزانے سے ادا کرنے اور ان کے پس ماندگان کے لیے وظیفہ مقرر کرنے کا حکم دیا۔ (صادق الاخبار، ۹؍فروری، ۱۸۸۲ء، ص ۷) عمدہ شعری ذوق رکھتے تھے۔ حسن تخلص تھا۔ ۶؍ستمبر ۱۸۸۰ء کو نواب صادق خان رابع کے فرزند رحیم یار خان کی پیدائش کے موقع پر نومولود کا تاریخی نام مروت خان تجویز کیا اور

www.shibliacademy.org

ذیل کے اشعار کہے:

نیایش ز بہر جہان آفرین ستایش پی سرور مرسلین
مروت چہ خوئی پسندیدگان مروت چہ روشن کنِ دیدگان
پی مردم خاص نوری بود بدلہای عامان سروری بود
مروت درین نام نور جہان نہادیم در اول لفظِ خان
کہ از سال مولودش ایما کند ہم از خوی محمودش القا کند
چہ خوبی کہ خوبی نیاکان اوست عزیز بزرگان و ہم خان اوست
درازی عمر بسالِ دراز بخواہیم از حضرت کار ساز
حسن بس بخوان از درود و سلام بکن ہدیۂ روح خیر الانام
(جشن جمشیدی، ضمیمہ، ص ۵۔۶)

غلام احمد صادق: یہ عبدالقدوس قدسی کے شاگرد تھے اور والی بہاول پور نواب صادق محمد رابع کے دربار میں ملازم تھے۔ ان کے نام کے ساتھ "ملازم خاص حضور سرکار عالی" لکھا جاتا تھا۔ ۱۸۸۲۔۱۸۸۴ء کے دوران صادق الاخبار میں ان کا کلام شائع ہوتا رہا۔ نمونۂ کلام:

چو فرزند بخشید یزدان پاک بمشکوی آقائی ماحق پسند
جہان گفت غلغل کنان از فرح مبارک بود کودک ارجمند
زفرط نشاط آن خداوند جاہ رہا کرد زندانیان را زبند
زاکرام آن بوستان کرم گل کام بر چید ہر مستمند
چہ گویم ز حسن خداداد او کہ خورشید و مہ پیش رویش پس اند
سزد گر پی دفع چشم بدش شود مہر مجمر سیارہ سپند
خدا عمر این رشک ماہ تمام کند از حساب ستارہ دوچند
بہ صادق پی سال آں مہ جبین "بلند اختری" گفت چرخ بلند
۱۲۹۷ھ (جشن جمشیدی، ص:۵۶)

منشی فیض بخش: حالات زندگی کی تفصیل دستیاب نہیں ہے۔ ان کے بعض اشعار سے قیاس کیا

www.shibliacademy.org

جا سکتا ہے کہ وہ ۲۵۔۱۸۲۰ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے ہوں گے اور ۱۸۵۹۔۱۸۹۰ء میں انتقال کیا ہوگا۔محرر توپ خانہ تھے۔مولوی عزیز الرحمان کے برادر بزرگ حاجی عبدالرحمان آزاد کے گھر ہفتہ وار مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔جس میں منشی فیض بخش محرر توپ خانہ، حاجی مولوی عزیز الدین خوش نویس سرکار بہاول پور اور مولانا عبدالمالک صادقی مشیر مال شامل ہوا کرتے تھے۔(حیات آزاد، ص:۲٦) منشی فیض بخش فیض کا مندرجہ ذیل فارسی شعران کے جذبہ حب الوطنی کا عکاس ہے:

فیض فردوس گر بروے زمینست
ہست این خطۂ بہاول پور

(نقوش رفتگان، ص ۴۷)

نواب صادق خان رابع کے فرزند رحیم یار کی ولادت کے موقع پر یہ اشعار کہے:

چو فرزند داد ایزد داد بخش به مشکوی نواب حق مشتغل
گلاب از گل عارضش آب آب سہی سرو از قامتش منفعل
دہانش دہ آب آبِ حیات لب نوش او نوش داروی دل
دو ابروی او آبروی ہلال ز سیمای او ماہ کامل خجل
خدا عمر ایں مایہ زندگی کند بست در بست و چل در چہل
چو جستم ز پیر خرد سال او "بہ فرمود لخت جگر حب دل"

۱۲۹۷ھ

(جشن جمشیدی، ص:۵۵۔۵٦)

مولوی عزیز الدین (۱۸۴۱۔۱۹۰۵ء): مولوی عزیز الدین گوجرانوالہ پنجاب کے ایک علمی خاندان سے تھے۔خوشنویس، عالم، شاعر، مورخ ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کے جلد ساز بھی تھے۔اوائل جوانی میں تلاش روزگار کے لیے ریاست بہاول پور آئے۔پہلے خان پور میں ناظم میر محمد خان کے دفتر میں امیدوار ہوئے۔اپنی خوش قلمی کے باعث ہر دلعزیز ہو گئے۔ایک مہر کا چربہ بالکل درست اتارنے کے باعث ناظم خان پور کی نظر میں مشتبہ ہو گئے اور واپس بہاول پور آ گئے۔یہاں صاحب بہادر پولیٹکل ایجنٹ ریاست کے دفتر میں ملازم ہو گئے اور رفتہ رفتہ اپنے

www.shibliacademy.org

کمالات کی وجہ سے نائب سرشتہ داری کے منصب پر پہنچ گئے۔ بعد میں ''صادق الاخبار'' کے ایڈیٹر اور سرکاری مطبع ''صادق الانوار'' کے قائم مقام سپرنٹنڈنٹ بھی رہے۔

ایک جعلی چیک بنانے کی پاداش میں سزایاب ہوکر بہاول پور جیل میں پہنچے۔ جیل کی زندگی نہایت مرتاضانہ رہی۔ اس جگہ انہوں نے ایک خوش خط ''گلستان'' لکھی اور نواب صادق محمد خان رابع نے ان کے کمال پر رحم فرما کر ان کو نہ صرف قید سے رہائی بخشی بلکہ ان کو جامع دولت خانہ کا امام بھی بنا دیا۔ اسی ملازمت میں عمر بسر کی۔ ہمیشہ درباروں کے موقع پر قصائد اور تاریخیں نظم کرکے سرکار میں پیش کرتے اور انعام سے مشرف ہوتے۔ شاہی کتب خانے میں اس وقت ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے مطلا اور منقش قرآن مجید، دیوان حافظ اور دیوان حضرت خواجہ غلام فرید موجود تھے۔ فارسی، عربی اور اردو میں طبع آزمائی کرتے۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔ نواب صادق رابع کے درباری شاعر تھے۔ مولانا عزیز الرحمان نے انہیں ''جامع فنون'' کہا ہے۔ ان کا سب سے بڑا وصف ان کی خطاطی اور خوش نویسی تھا جس کی بنا پر نواب بہاول پور کی طرف سے انہیں ''یاقوت قلم'' کا خطاب دیا گیا۔ دولت خانہ بہاول پور کی شاہی مسجد میں خطاطی اور نقاشی کا ایک باقاعدہ شعبہ ان کی سرپرستی میں قائم ہوا۔ ریاست کی تمام بڑی مساجد کی تاریخ تعمیر انہوں نے نکالی اور ان میں قرآنی آیات اور نقاشی کے نادر نمونے بھی اپنے ہاتھوں سے تحریر کیے۔ ۴/ ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ/ ۳۱/ دسمبر ۱۹۰۵ء کو انتقال کیا۔ (العزیز، نومبر ۱۹۴۴ء، ص: ۱۷)

بہاول خان پنجم فخر پنجاب	بہادر، بی بہا، در شد بصد تاب
مکرم از ہمہ شاہان اعظم	مکلل گشت از اکلیل اکرم
ہمیں نو بادۂ گلزار آدم	متانت بر رخش تابد دما دم
ارم گشتہ بہاول پور و رعنا	ازیں مسند نشینی شہ ما
مبارک تہنیت صدہا بگویم	مکرر روز و شب ہر لحظہ ہر دم
عزیزا بر خدای دانش آموز	دعا کن بہر شہ ناصر دل افروز

(العزیز، نومبر، ۱۹۴۴ء، ص ۸)

مولوی غلام احمد اختر (۱۸۵۸-۱۹۴۲ء): مولوی غلام احمد اختر اوچ شریف میں پیدا ہوئے۔

www.shibliacademy.org

ان کے آباواجداد گھوٹکی سندھ سے اوچ شریف آکر آباد ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں ان کے والد کے انتقال ہونے پر ان کے ماموں نے تربیت کی۔ منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کیے۔ ملازمت کا آغاز پیش کار سے شروع کیا اور مجسٹریٹ کے عہدے تک جا پہنچے۔ ۱۹۱۵ء تک سرکاری ملازم رہے۔ نواب بہاول خامس نے مولوی غلام احمد اختر کو تاریخ بہاول پور لکھنے پر مامور کیا۔ نواب بہاول خان کا سفرنامہ حج بھی انہوں نے لکھا۔ ملازمت سے فراغت پانے کے بعد نواب صادق محمد خان خامس نے تاریخ اسلام لکھنے پر مامور کیا اور شاہی لائبریری ان کے سپرد کی۔ انہوں نے تاریخ اسلام کے چند ابواب معروف خوش نویس منشی غلام محمد سے کتابت کروائے۔ (بہاول پور کا ادب، ص: ۶۳) یہ اصل قلمی نسخے نواب صاحب کی لائبریری صادق گڑھ میں محفوظ تھے لیکن اب اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ اپنی عمر کے آخری حصہ کو انہوں نے سرشتہ تالیفات کے مشاغل تاریخ نویسی میں صرف کیا اور مسلسل محنت کے ساتھ خاندان عباسیہ اور فرماں روایان بہاول پور کی ایک مبسوط تاریخ کا مواد جمع کیا۔ جو نو جلدوں میں تھا۔ ابھی نواب بہاول خان خامس کے حالات سپرد قلم فرمارہے تھے کہ ۲/مارچ ۱۹۴۲ء کو وفات پاگئے۔ (العزیز، اپریل ۱۹۴۲ء، ص ۷۳-۳۶)۔ تاریخ اوچ کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی (سفرنامہ اوچ، ص: ۱۸) لیکن ان میں سے کوئی کتاب بھی شائع نہ ہوسکی۔

مولوی غلام احمد اختر نظم ونثر دونوں اصناف پر قدرت رکھتے تھے۔ ان کا دیوان جس میں فارسی کلام زیادہ اور اردو کلام کم تھا، ان کے بیٹے مولوی بشیر احمد، ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر کے داماد اور بہاولپور کے معروف شاعر عبدالعزیز نشتر غوری (۱۹۲۱-۱۹۷۹ء) کے پاس عرصۂ دراز تک محفوظ رہا۔ مولانا کی غزل بطور نمونہ ذیل میں درج ہے:

عشق آغوشی کشا و حسن را در برکشید — در کشاکش پردہ وا شد و دریا شد پدید
بحر وحدت بسکہ برخود پردۂ عزلت درید — حسن بخت خویش در آغوش موج عشق دید
بحر حسن از ناز چینی بر جبیں خویش دید — ہر شکن مقراج گشت و جامہ بر کثرت برید
دامن آفاق در خود چاک نیرنگی نیافت — بسکہ خود در کہکشاں و ثابت و سیار دید
قطرہ جز دریا نبود از جوش او بر خود فزود — شد حباب و چشم بر ہمزد بسوی خود رسید
زیر و بم ہرگز نباشد جز تلاطم در ہوا — موج اموات و نغم افسوں بوحدت در دمید

www.shibliacademy.org

چوں تنور عشق را آتش گرفت و جوش زد یک شرر ازوی پرید و پیکر اختر دمید

(العزیز، اکتوبر ۱۹۴۱ء، ص ۱۶)

منشی احمد بخش رانہ: اہل کار عدالت تھے۔ احمد پور لمہ کے رہنے والے تھے۔ حفیظ الرحمان حفیظ (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۵۹ء) نے ۱۹۳۰ء میں تاریخ اوچ تصنیف کی۔ منشی صاحب نے اس موقع پر درج ذیل قطعہ تاریخ کہا:

از افاضات حفیظ محترم خوب صورت جمع شد تاریخ اوچ

گفت احمد بخش سال انطباع ''ایں مبارک طبع شد تاریخ اوچ''

۱۹۳۰ء (تاریخ اوچ، ص ۱۵۸)

میر واجد علی زار (۱۸۷۱ء۔ ۱۹۲۹ء): بہاول پور کے مشہور شاعر میر واجد علی زار یوپی کے تھے۔ وہ ۱۸۷۱ء بمقام سیال کوٹ پیدا ہوئے۔ انٹرنس تک تعلیم حاصل کی اور ریلوے میں بحیثیت گارڈ ملازمت کا آغاز کیا لیکن اس جگہ دل نہ لگا اور طب کی تعلیم حاصل کرنے دہلی چلے گئے۔ وہاں طب یونانی کے ساتھ ساتھ ایلوپیتھی سے بھی واقفیت حاصل کی۔ دہلی کے زمانۂ قیام میں مولوی عبدالحق کے مشہور اخبار الہدایت دہلی کے ایڈیٹر بھی رہے۔ ان کے بڑے بھائی سید امیر علی اور والدہ کے بہاول پور مقیم ہونے کی وجہ سے کچھ عرصہ بعد بہاول پور آ گئے اور محکمہ نہر کے صدر دفتر میں بطور ہیڈ کلرک ملازمت اختیار کر لی۔ ادبی ذوق کے حامل تھے اور صحافت سے گہری دلچسپی تھی۔ اس لیے بہاول پور کے سرکاری اخبار ''صادق الاخبار'' کے ایڈیٹر اور مکتبۂ صادق الانوار کے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہو گئے۔ ریاست بہاول پور میں ان کی شاعری کا شہرہ ہوا۔ بہاول پور کے بیشتر شعراء نے ان سے فیض حاصل کیا اور شاگردی اختیار کی۔ فی البدیہ شعر کہنے میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ والی ریاست بھی ان کی شاعری سے متاثر تھے اس لیے انہیں شاعر دربار کا منصب عطا کیا گیا اور بطور خاص دوسو روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔ ان کا مجموعہ کلام ''یادگار زار'' کے نام سے شائع ہوا، جواب دستیاب نہیں۔ ۶/ اکتوبر ۱۹۲۹ء میں وفات پائی۔ ان کی شاعری پر مذہبیت کا رنگ غالب تھا۔ کلام کا بیشتر حصہ نعت اور مذہبی نظموں پر مشتمل ہے۔

تکوین ہر دو کون ز نام محمد است چیزی کہ ہست مست ز جام محمد است

www.shibliacademy.org

این جا بیا کہ دولت دنیا و عاقبت پیدا ز یک نگاہ غلام محمد است

(نقوش رفتگان، ص:۱۰۰)

مولانا غلام حسین (۱۸۷۴-۱۹۴۹ء): مولانا کہروڑ پکا میں پیدا ہوئے اور اسی شہر میں وفات پائی۔ وہ ۱۹۰۸ء میں نواب صادق محمد خامس کے اتالیق مقرر ہوئے، اس وقت نواب صاحب کی عمر صرف ۴ سال تھی۔ ۱۹۲۴ء میں جب نواب صاحب کو اختیارات منتقل کیے گئے تو مولوی صاحب کو ہوم منسٹر کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ محکمہ تعلیم کی وزارت کا منصب بھی تفویض ہوا (نقوش رفتگان، ص:۱۸۰-۱۷۹)۔ ریاست کی تعلیمی ترقی کے لیے ان کی مساعی قابل قدر ہیں۔ بیسویں صدی میں ریاست کی تعلیمی حالت میں نمایاں ترقی ہوئی۔ ۱۹۲۵ء میں جامعہ از ہر مصر کی طرز پر جامعہ عباسیہ (موجودہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور) کی بنیاد رکھی گئی۔ مولوی غلام حسین اس وقت وزیر تعلیم تھے جنھوں نے ریاست میں علوم عربی کی تعلیمات پر بطور خاص توجہ دی اور کئی ماہر علوم دینیہ کو بیرون ریاست سے بلا کر جامعہ عباسیہ میں مقرر کیا۔ اس کے علاوہ جدید تعلیم کے سلسلے میں بھی متعدد اقدامات کیے۔ کئی نئے اسکولوں کا اجرا ہوا۔ ۲۵ ریاستی طلبا کو اعلیٰ فنی تعلیم کے لیے انگلستان بھجوایا۔ وہ عربی اور فارسی کے بلند پایہ عالم تھے۔ شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی۔ حقانی تخلص کرتے تھے۔ فارسی اور اردو میں اکثر نعتیہ اشعار کہتے تھے۔ اردو میں کئی مضامین بھی رسالوں کی صورت میں چھپے ہیں۔ ذیل میں نعتیہ کلام بطور نمونہ:

مردہ باد آں دل کہ جانان طلب گاری نشد خاک بر سر آں کہ خم بر آستاں یاری نشد

بادہ عرفان حق مخمور خماری نشد بدنصیب است آں بشر حاضر بدر باری نشد

آں خبر داں بی خبر جو یائی اخباری نشد جاہل است آں عالم کو واقف اسراری نشد

آں گلی گل نیست روئیدہ ز گلزاری نشد ای مسیحا شفقت بر حالتم زاری نہ شد

خالی از فیضان تو ہر نیک و بدکاری نہ شد بر حقانی سیدا نظر کرم باری نہ شد

(نخلستان، ص:۲)

مولوی عزیز الرحمان عزیز بہاول پوری (۱۸۷۳-۱۹۴۴ء): دبیر الملک محمد عزیز الرحمان ابن مولانا غلام رسول، ابھی سات سال کے تھے کہ ان کے والدین کا انتقال ہو گیا۔ مدرسہ عربیہ

www.shibliacademy.org

بہاول پور میں داخل ہوئے۔ ۱۸۹۲ء میں ''مولوی'' کا امتحان خاص امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ ۲۰/ دسمبر ۱۸۹۴ / ۱۳۱۲ھ میں نواب صادق خان رابع کے کتب خانے میں لائبریرین مقرر ہوئے اور تقریباً پانچ سال یہ خدمت انجام دی۔ یکم فروری ۱۹۰۰ء کو صیغہ بندوبست میں کلرک ہو گئے۔ مئی ۱۹۰۳ء/ ۱۳۲۱ھ میں فوج میں بحیثیت کلرک بھرتی ہو گئے۔ بتدریج ترقی کے بعد ۳۱/ اگست ۱۹۰۷ء کو وہ جوڈیشل ممبر کونسل آف ریجنسی بہاول پور کے دفتر میں سینئر کلرک مقرر ہوئے۔ اپریل ۱۹۰۹ء/ ۱۳۲۷ھ میں سررشتہ دار چیف کورٹ بہاول پور کی اسامی پر فائز ہوئے۔ منصفی کا امتحان پاس کیا اور ۶/ فروری ۱۹۱۴ء میں وہ مجسٹریٹ درجہ اول متعین ہوئے۔ یکم جون ۱۹۳۱ء/ ۱۳۵۰ھ میں ضلع بہاول نگر کے ڈسٹرکٹ جج مقرر ہوئے۔ ۲/ مئی ۱۹۳۸ء/ ۱۲/ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ کو ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ مولانا عزیز الرحمان نے متنوع انداز کی خدمات انجام دیں۔ نواب بہاول پور نے ان کی خدمات کا بارہا اعتراف کیا اور انعام و اکرام سے نوازا۔ نواب صادق محمد خان کے ساتھ فریضۂ حج ادا کیا اور ''حج صادق'' کے نام سے سفر نامہ لکھا۔ نواب نے خوش ہو کر ''دبیر الملک'' کا خطاب عطا کیا۔ ادب سے لگاؤ تھا۔ اعظم گڑھ کے رسالہ ''معارف'' میں مضامین شائع ہوتے رہے۔ ملازمت کے ۲۵ سال پورے ہونے پر ریٹائرمنٹ لے لی۔ مگر نواب صاحب کا کتب خانہ ان کی زیر سرپرستی رہا۔ (بہاول پور کا ادب، ص:۲۷۶) وہ سلسلۂ عزیزیہ کے نام سے تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے۔ حفیظ الرحمان کے ساتھ مل کر ۱۹۳۹ء میں عزیز المطابع پریس کی بنیاد رکھی۔ (بہاول پور میں اردو، ص ۱۳۹) اس ادارے نے ۱۱۰ کے قریب کتابیں شائع کیں۔ جن میں سیرت، مذہب، تاریخ، ثقافت ادب اور تراجم پر مشتمل کتابیں تھیں۔ صبح صادق، حج صادق، نعت عزیز، تاریخ الوزراء، حیات نواب بہاول خان، مختصر جغرافیہ بہاول پور، دیوان فرید (مرتب عزیز الرحمان۔ ۱۹۴۴ء)، تاریخ ڈیراور، تاریخ الوزرا، ذکر خیر، بوستان عزیز، گلستان عزیز، مثنوی نور و نار وغیرہ مولانا کی قابل ذکر تصانیف ہیں۔ ان کی ایک غزل:

گر نباشد خوف غرق خلق دامن گیر ما — از دو چشم خونفشان دردم روان طوفان کنم

سوختم از درد ہجرت تا کے از دست غمت — چون سمندر جا درون آتش سوزان کنم

در بزم بنشین شبے اے چشمۂ آب حیات — کز لب لعلت مداوای دل بریان کنم

www.shibliacademy.org

دوستان ببرید نعشم پیش آن رشک مسیح کاین دل مجروح غم را چارہ و درمان کنم
تا بکی از دست آن کان جفا سوزم عزیز وقت آن آمد کہ قربان زیر پایش جان کنم

(بوستان عزیز، ص:۲۷)

منشی آغا سلطان مرزا لکھنوی قزلباش: سپرنٹنڈنٹ ویکسی نیشن، ریاست بہاول پور تھے۔ ان کی تاریخ ولادت و وفات اور حالات تذکروں میں نہیں ملتے۔انہوں نے ۱۱/ جولائی ۱۹۰۶ء میں تاریخ معصومی کا ترجمہ کیا۔مترجم کا اپنا نسخہ (نمبر:۵۲۶) سالار جنگ میوزیم حیدرآباد میں محفوظ ہے۔ مترجم نے لکھا ہے کہ اس کے سامنے تاریخ معصومی کا وہ نسخہ تھا جس کی تاریخ کتابت ۱۰۱۷ھ ہے۔ پیر حسام الدین راشدی قیاس ظاہر کرتے ہیں کہ مترجم کے سامنے جو نسخہ تھا، وہ اب پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔(امین الملک۔نواب میر محمد معصوم بھکری، ص:۲۸۲) نمونے کے طور پر قطعہ تاریخ انتقال نواب بہاول خان خامس:

بہاول خان خامس نیک انجام پس از حج قصد علیین نمودند
سر بالین قضا گریہ کناں گفت رضی اللہ گل عباس بودند

۱۳۲۵ھ (حیات بہاول خان خامس عباسی، ص ۲۱۴)

مولانا مولوی غلام محمد صاحب نادر: مولانا مولوی غلام محمد صاحب نادر کاتب سرشتۂ عالیہ تالیفات بہاول پور کے حالات زندگی دستیاب نہیں ہوئے لیکن ان کا فارسی کلام بہاول پور کے ادبی ماہنامہ ''العزیز'' کے کئی شماروں میں ملتا ہے۔ان کی ایک فارسی غزل بعنوان ''ز سرد مہری اہل وطن سفر بہتر'' ذیل میں درج کی جارہی ہے:

بہشت بے رخ یار ار بود، سفر بہتر ز سرد مہری اہل وطن سفر بہتر
ز دوست تلخ منش بہ عدو خنداں رو چو میوہ تلخ دہد شاخ بے ثمر بہتر
مباش در طلب ہمکنار خوب کہ ہست خلیق زشت ز بد خوی خوب تر بہتر
قصور اہل قصورات عفو باید کرد کہ ز انتقام گناہ است درگذر بہتر
طوالت است ملال و ملالت است وبال ز ہر چہ پیش بگیرید مختصر بہتر
عزیز! پند بزرگان بگوش دل بشنو کہ ہست پند بزرگان زسیم و زر بہتر

www.shibliacademy.org

چو گوش محفلیان نیست بر حکایت تو نہفتہ نکتۂ نادر تر از گہر بہتر

(العزیز، اکتوبر، ۱۹۴۲ء، ص ۶)

جلال الدین لبید (۱۸۹۸-۱۹۴۹ء): جلال الدین ولد مہتاب دین جھنگ میں پیدا ہوئے۔ ایس۔ڈی ہائی اسکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ صادق ایجرٹن کالج بہاول پور سے ایف۔اے کیا۔ روزگار کی تلاش میں کوئٹہ گئے اور ایک ڈاک خانے میں کلرک بھرتی ہو گئے۔ جلد ہی یہ ملازمت ترک کر کے فوج میں بھرتی ہو گئے۔ پھر اس نوکری کو بھی خیر باد کہا اور گجرات کے رسول کالج میں اوورسیئر کا دوسالہ کورس کیا اور بہاول پور کے محکمہ انہار میں اوورسیئر تعینات ہو گئے۔ ۱۹۴۲ء میں بہاول پور کے ایس ای کالج میں اوورسیئر کی کلاس شروع کی گئی تو اس کلاس کے استاد مقرر ہوئے اور بعد میں کئی سالوں تک جز وقتی استاد کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

شاعری میں انہیں بہاول پور کا اکبرالہ آبادی کہا جاتا تھا۔ فارسی زبان پر استادانہ قدرت رکھتے تھے۔ لبید نے اپنی فارسی مثنویوں درس عبرت، اور دربار رسالت کا خاتمہ اقبال کے فارسی اشعار پر کیا ہے، اسی طرح مرگ وزندگی، نوائے تلخ، امیر شریعت اور حیات جاودانی کا اختتام مولانا روم کے اشعار پر کیا ہے۔ لبید کے کلام کا ایک بڑا حصہ فارسی زبان میں ہے۔ ڈاکٹر سلیم ملک نے لبید بہاول پوری کے حالات زندگی اور تمام دستیاب کلام کو لبید بہاول پوری، شخصیت وشاعری میں یکجا کردیا ہے۔ جس میں ان کا فارسی کلام صفحہ ۱۸۳ سے ۲۱۱ دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب اردو اکیڈمی بہاول پور سے ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی۔ (لبید بہاول پوری، شخصیت وشاعری، ص: ۲۰۷) مثنوی درس عبرت سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

درس قرآن صرف نسیان ساختی در ہوائے مغربی پرداختی
در پی تہذیب مغرب رفتہ ای از بلائی صوم و سجدہ رستہ ای
خوش بنوشی بر سر ٹیبل مدام کیک و چای اندران ماہ صیام
چون غلام خستہ دم گیر و فرار در لباس خواجگی یابد قرار
تو ز درگاہ خدا بگریختی درمیان خواجگان آمیختی
کس نمی پرسد کی خواجہ چیستی؟ از کجا آئی ، کدامی ، کیستی؟

www.shibliacademy.org

نقل خواجہ داد لطف زندگی ناشنائی از رموز بندگی
ہیبٹ بر سر شد کلاہ خسروی شد ز نکٹائی نجات اخروی
در لباس بادشاہ بینی غلام مایہ تضحیک بہر خاص و عام
(لبید بہاول پوری،شخصیت وشاعری،ص: ۱۹۶)

حفیظ الرحمٰن حفیظ (۱۸۹۶ء۔۱۹۵۹ء): ۲۷رستمبر ۱۸۹۶ء کو پیدا ہوئے۔مولانا عزیز الرحمان کے فرزند تھے۔۱۹۱۶ء میں فراغتِ تعلیم کے بعد وزارت تعلیم بہاول پور میں ملازم ہو گئے۔۱۹۲۳ء میں ذیابیطس کی وجہ سے ملازمت ترک کر دی۔علم وادب آپ کو ورثے میں ملا تھا۔والد کے ساتھ عزیز المطابع پریس قائم کیا۔۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۲ء کے دوران ایک رسالہ الحبیب کے نام سے نکالتے رہے۔(بہاول پور کا شعری ادب،ص: ٦۳) ماہنامہ العزیز (۱۹۴۰۔۱۹۴٦ء) کے مدیر رہے۔ بہاول پور میں سفرنامہ نویسی کا آغاز ان ہی نے کیا۔یہ سفرنامہ محبوب المطابع پریس دہلی سے ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا۔جامع بوستان عزیز، بہاول پور میں دفن ہیں۔نثر میں تقریباً ۳۵ کتابیں لکھیں،جن میں شعاع نور، تاریخ اوچ، ذکر خیر، جذب القلوب، تاریخ تاجداران بہاول پور، فرامین مقدس وغیرہ قابل ذکر ہیں۔شاعری سے بھی شغف تھا۔وہ غزلیں کم اور نعتیہ کلام زیادہ کہتے تھے۔ان کا شعری مجموعہ گلدستہ، ۱۹۴۹ء میں عزیز المطابع بہاول پور سے شائع ہوا جس میں اردو کے ساتھ فارسی کلام بھی موجود ہے۔نمونہ کلام ملاحظہ کیجیے:

السلام ای سرور کون و مکاں السلام ای بادشاہ دو جہاں
السلام ای مظہر شان خدا السلام ای وجہ عرفان خدا
السلام ای سید خیر الانام السلام ای رہبر دارالسلام
السلام ای قرب حق معراج تو طرۂ لولاک زیب تاج تو
السلام ای نام پاکت حرز جاں وی درودت سبحۂ قدوسیاں
بر تو بادا صد سلام و صد صلوٰت ناز دارد بر وجود کائنات
(گلدستہ،ص:۱۱۸)

حسن میرانی نوشاہی (۱۹۲٦۔۲۰۰۳ء): پیدائشی نام محمد حسن خان اور قلمی نام حسن میرانی نوشاہی تھا۔بہاول پور میں پیدا ہوئے اور یہیں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جنوری ۱۹۴۹ء میں

www.shibliacademy.org

محکمہ انڈسٹریز بہاول پور میں ٹائپسٹ کلرک تعینات ہوئے اور مختلف محکموں میں کام کرنے کے بعد ۱۹۸۰ء میں گورنمنٹ انسٹی ٹیوٹ فاردی بلائنڈ بہاول پور سے بطور سینئر کلرک ریٹائرمنٹ لے لی۔ کچھ عرصہ اردو اکیڈمی بہاول پور میں بطور حساب دار بھی کام کرتے رہے ۲۳/ مارچ ۱۹۸۳ء کو بہاول پور میں حضرت شرافت نوشاہی (۱۹۰۷۔۱۹۸۳ء) کے ہاتھ پر بیعت ہوئے (تذکرۂ شعرائے نوشاہیہ، ص: ۸۶۴۔۸۶۵)۔

یہ وہ آخری فارسی شاعر تھے جنھوں نے آخری نواب صادق خان خامس عباسی اور ریاست کا آخری دور اپنی آنکھوں سے دیکھا کیا۔ بہاول پور کے خوش فکر شاعر اور کہنہ مشق تاریخ گو تھے۔ تاریخ گوئی سے انہیں خاص شغف تھا۔ شاید ان کے شیخ طریقت اور مرشد گرامی سید شریف احمد شرافت نوشاہی مرحوم، جنہیں تاریخ گوئی کا کمال ودیعت تھا، سے یہ فن حسن میرانی کو منتقل ہوا۔ بہاول پور کی اہم شخصیات کے تاریخی قطعات ان کی یادگار ہیں۔ بہاول پور کے مجلّات، الہام اور الزبیر میں متعدد مضامین شائع ہوتے رہے۔ صحیفۂ تاریخ (۱۹۸۴ء) میرانی بلوچوں کی تاریخ (تصحیح، ۱۹۸۹ء)، قندیل تواریخ (۱۹۹۱ء)، تذکرہ ملوک شاہ (۱۹۹۶ء)، علمائے بہاول پور (۱۹۹۷ء)، بزرگان بہاول پور (۲۰۰۰ء) ان کی یادگار تصنیفات ہیں۔ صحیفہ تاریخ میں بہاول پور کی تقریباً ۱۹۸ اہم شخصیات کے فارسی اور اردو زبان میں تاریخی قطعات درج کیے گئے ہیں اور ساتھ ہی ان شخصیات کے مختصر کوائف بھی شامل کردیے گئے ہیں جن سے اس کتاب کی اہمیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ تاریخی قطعات کے ساتھ تاریخی مادے بھی دیے گئے ہیں جو ان کی فنی مہارت کا ثبوت ہے۔ قندیل تواریخ میں بھی بہت سے اہل علم، اصحاب تصوف اور دیگر مشاہیر کی تاریخ ہائے وفات مختصر سوانحی خاکوں کے ساتھ مرتب کی ہیں جو اہم ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ بطور نمونہ:

جناب شہ شریف احمد شرافت اقامت کرد چون در خلد اعلیٰ
حسن را ہاتف غیبی وصالش ''شرافت معدن انوار'' گفتا
۱۴۰۳ھ (قندیل تواریخ، ص: ۶۸)

کتابیات:

آئینہ عباس سلطانی، محمد نظام الدین نظامی، خطی، عکسی، مملوکہ مقالہ نویس۔

ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، ڈاکٹر سید عبداللہ، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۷ء۔

www.shibliacademy.org

امین الملک۔نواب میر محمد معصوم بکھری، پیر حسام الدین راشدی، ترجمہ نواز علی شوق، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد، ۲۰۱۱ء۔
باقیات اقبال، علامہ محمد اقبال، مرتبہ سید عبدالواحد غنی، لاہور، ۱۹۷۸ء۔
بوستان عزیز، عزیز الرحمان عزیز، عزیز المطابع، بہاول پور، ۱۳۷۰ھ۔
بہار کونین، مرزا محمد اشرف گورگانی، صادق الانوار پریس، بہاول پور، ۱۹۳۳ء۔
بہاول پور کا ادب، ڈاکٹر نواز کاوش، چولستان علمی و ادبی فورم، بہاول پور، ۲۰۱۰ء۔
بہاول پور کا شعری ادب، مسعود حسن شہاب دہلوی، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۷۱ء۔
بہاول پور میں اردو، مسعود حسن شہاب دہلوی، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۸۳ء۔
تاریخ الوزرا، عزیز الرحمان عزیز، عزیز المطابع، بہاول پور ۱۹۴۰ء۔
تاریخ اوچ، حفیظ الرحمان حفیظ، عزیز المطابع، بہاول پور، ۱۹۳۰ء۔
تذکرہ شعرائے نوشاہیہ، سید شریف احمد شرافت نوشاہی، مرتبہ ڈاکٹر عارف نوشاہی، اورینٹل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۷ء۔
تذکرہ ملوک شاہ، محمد حسن خان میرانی، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۹۶ء۔
جشن جمشیدی، حافظ عبدالقدوس قدسی، صادق الانوار پریس، بہاول پور، ۱۸۸۰ء۔
جواہر عباسیہ، اعظم بہاول پوری، نسخہ خطی، عکسی، مملوکہ مقالہ نویس۔
حسن الجرد ہ شرح قصیدہ بردہ، مولوی عبدالمالک صادقی، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور ۱۹۸۶۔
حیات آزاد، حفیظ الرحمان، عزیز المطابع، بہاول پور، ۱۹۴۵ء۔
حیات محمد بہاول خان عباسی، عزیز الرحمان عزیز، عزیز المطابع، بہاول پور، ۱۹۳۹ء۔
دبستان بہاول پور، ماجد قریشی، ادارہ مطبوعات آفتاب مشرق، بہاول پور، ۱۹۶۴ء۔
دیوان فیروز، شیخ فیروز الدین، کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور، باہتمام بابو گوراد تامل، ۱۹۱۲ء۔
سفرنامۂ اوچ، شریف احمد شرافت نوشاہی، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۹۹ء۔
سیرستان مبارز الدولہ، پیر ابراہیم علی، بہ اہتمام منشی محمد مہدی خان، مطبع ریاض نور،، ملتان، ۱۸۵۴ء۔
صادق التواریخ، مرزا محمد اشرف گورگانی، مولوی محمد دین، صادق الانوار پریس، بہاول پور، ۱۸۹۹ء۔
صحیفۂ تاریخ، محمد حسن خان میرانی، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۸۴ء۔
علمائے بہاول پور، محمد حسن خان میرانی، بہاول پور، ۱۹۹۷ء
فہرست کتب لائبریری دولت خانہ عالیہ، صادق الانوار پریس، بہاول پور، ۱۹۰۵ء۔
فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، احمد منزوی، جلد اول، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء۔
کتاب شناسی آثار فارسی چاپ شدہ در شبہ قارہ، عارف نوشاہی، (جلد: ۲، ۴) تہران، ۱۳۹۱ ش۔

www.shibliacademy.org

قصہ شہزادہ اسحاق، بہاول خان عباسی پنجم، مقدمہ از نور الزمان اوج، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۸۳ء۔

قندیل التواریخ محمد حسن خان میرانی، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۹۱ء۔

گلدستہ، حفیظ الرحمان حفیظ، عزیز المطابع، بہاول پور، ۱۹۴۹ء۔

لبید بہاول پوری، شخصیت و شاعری، ڈاکٹر محمد سلیم ملک، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۹۲ء۔

مرات دولت عباسی، لالہ دولت رائے، نسخۂ خطی، عکسی، قسم اول و ثانی، مملوکہ مقالہ نویس۔

نخلستان، مجلہ، ایس ای کالج، بہاول پور، تقسیم اسناد نمبر، ۱۹۴۳ء۔

نقوش رفتگان، حیات میرٹھی، لاہور، ۱۹۶۰ء۔

اخبار و مجلّات:

حفیظ الرحمان ''تذکرہ مشاہیر، مولوی شمس الدین صاحب، چیف جج ریاست بہاول پور''، العزیز، ماہنامہ، جولائی، عزیز المطابع، بہاول پور، ۱۹۴۰ء۔

صفیہ عزیز، ''صادق الاخبار'' بہاول پور کا پہلا اخبار، الزبیر، سہ ماہی، بہاول پور کا سو سالہ صحافت نمبر، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۸۴ء۔

عزیز الرحمان عزیز، نوادر کتب خانۂ سلطانی، العزیز، اگست، ۱۹۴۱ء۔

عزیز الرحمان عزیز، تذکرہ مشاہیر ریاست بہاول پور، العزیز، جنوری، ۱۹۴۲ء۔

عزیز الرحمان عزیز، یاد رفتگان، العزیز، اپریل، ۱۹۴۲ء۔

حفیظ الرحمان، قند پارسی، العزیز، اکتوبر، ۱۹۴۲ء۔

عزیز الرحمان عزیز، منشی چوکس رائے، العزیز، ستمبر ۱۹۴۴ء۔

عزیز الرحمان، عزیز، نوادر کتب خانۂ سلطانی، العزیز، ماہنامہ، نومبر ۱۹۴۴ء۔

حفیظ الرحمان، العزیز، اپریل و مئی، ۱۹۴۵ء۔

عصمت درانی، دو منبع مہم فارسی در زمینۂ تاریخ امارت بہاول پور، دانش، فصلنامہ، شمارہ ۱۱۸، ۲۰۱۴ء، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد۔

صادق الاخبار، ہفت روزہ، صادق الانوار پریس، بہاول پور، ۸ جولائی، ۱۸۷۸ء۔ ۹ فروری، ۱۸۸۲ء، ۔ ۱۰/ جنوری ۱۸۹۵ء۔ ۲۷ ربیع الثانی، ۱۲۹۷ھ۔

انگریزی کتب:

Riue,C.,*Catalouge of the Persian Manuscripts in the Brithish Musuem*, London, 1966, Vol.3.

Storey, C.A, *Persian Literature*, London, 1970, Vol.1, pt.1

www.shibliacademy.org

اسلامی نظام قضاء کے مطابق قاضی کی شرائط اور ذمہ داریاں

ڈاکٹر جواد حیدر ہاشمی

اسلامی نظام قضاء ایک ایسا نظام ہے جس کے نفاذ سے معاشرے میں عدل اجتماعی کو فروغ ملتا ہے۔ اس کے تمام اصول نہایت عادلانہ اور حق کے معیار پر پورا اترنے والے ہیں، جس میں ہر حق دار کو اس کا حق ملتا ہے اور کسی پر کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔ لوگوں کے باہمی جھگڑوں اور اختلافات کے عادلانہ حل کے لیے اسلام نے اپنے عدالتی نظام کو انتہائی معتدل اور منصفانہ طرز پر انسانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ عدالتی نظام کا ایک اہم رکن قاضی یا جج ہوتا ہے جو معاشرے میں عدل اجتماعی کے قیام کے سلسلہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور نظام عدل کو اسی کی بدولت استحکام ملتا ہے، لہٰذا اسلام نے ان کے لیے سخت شرطیں رکھی ہیں تاکہ صرف اہل اشخاص ہی اس اہم ذمہ داری کو انجام دے سکیں۔ اس مقالے میں اسلامی نظام قضاء کے مطابق قاضی کی شرائط اور ذمہ داریوں کا جائزہ پیش کیا جائے گا تاکہ یہ قاضیوں کے لیے مشعل راہ بن سکے۔

ویسے تو اسلام زندگی کے تمام معاملات میں انسانوں کو عدل و انصاف اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن وہ لوگ جو لوگوں کے تنازعات کے فیصلے کرتے ہیں انہیں خصوصیت کے ساتھ عدل کے اہتمام کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۂ نساء میں مومنوں کو لوگوں کے مابین فیصلے کرتے وقت عدل کی رعایت کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

اسسٹنٹ پروفیسر ایرڈ ایگریکلچر یونیورسٹی، راول پنڈی۔

www.shibliacademy.org

اِنّ اللّٰہَ یَاْ مُرُ کُمْ اَنْ تُؤَدُّو الْاَمٰا نَاتِ اِلٰیٓ اَھْلِھَاوَاِذَاحَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۔(نساء:۵۸)	بے شک اللہ تم لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کردو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ کرو۔ اللہ تمہیں مناسب ترین نصیحت کرتا ہے یقیناً اللہ تو ہر بات کو خوب سنتا، دیکھتا ہے۔

مفسر قرآن امام رشید رضا اس آیت شریفہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جو شخص لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا ہے اللہ نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ عدل سے کام لے اور عدل دو چیزوں پر موقوف ہے:

اول: حاکم اللہ کی طرف سے مقرر شدہ حکم کے بارے میں علم رکھتا ہو تاکہ جب وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ اللہ کے اس قول کے مطابق ہو کہ جس میں اس نے فرمایا ہے: ”یٰا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ“ (مائدہ:۱)۔ پس اس نے ہم پر واجب کیا ہے کہ ہم جو معاہدات انجام دیں ان کو پورا کریں۔ اسی طرح نیز اللہ کے اس قول کے مطابق قرار پائے کہ جس میں فرمایا: ”وَلَا تَأکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ“ (بقرہ:۸۷) اس نے لوگوں کے مال کو حرام طریقے سے کھانے سے منع کیا ہے اور حکام کو رشوت لینے سے منع کیا ہے۔ اسی طرح جو اصول سنت متواترہ میں وارد ہوئے ہیں ان کے مطابق قرار پائے۔ تو پس حاکم پر واجب ہے کہ وہ اپنے فیصلوں کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے مطابق قرار دے۔

دوم: عدل کا یہ دوسرا رکن خود دو چیزوں پر مشتمل ہے:

اول: مدعی کے دعویٰ اور مدعی علیہ کے جواب کو اچھی طرح سمجھے تاکہ جس مسئلہ میں وہ آپس میں نزاع کررہے ہیں وہ کاملاً واضح ہوجائے۔

دوم: فیصلہ کرنے والا مستقل ہو اور فریقین میں سے کسی ایک کی طرف اس کا رجحان نہ ہو اور خواہشات نفسانی سے خالی ہو۔

جب تک کوئی عدل کے ان دونوں ارکان پر صحیح طرح عمل نہ کرے اس وقت تک وہ عدل قائم نہیں کرسکتا اور اگر کوئی اس کے برعکس کام انجام دے تو یہ ظلم ہے۔(۱)

www.shibliacademy.org

یعنی قاضی اور جج کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے مابین عدل کے ساتھ فیصلہ کریں تاکہ کسی کا حق نہ مارا جائے۔قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ قاضیوں کو عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم دیتا ہے، وہاں انہیں یہ حکم بھی دیتا ہے کہ وہ اپنے تمام فیصلے حکم الٰہی کے مطابق کریں، ورنہ ان کا شمار کافروں، ظالموں اور فاسقوں میں ہوگا۔جیسا کہ قرآن میں آیا ہے:

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللهُ فَاُوْلٰئِکَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ (مائدہ:۴۴)	اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔
وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللهُ فَاُوْلٰئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (مائدہ:۴۵)	اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔
وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللهُ فَاُوْلٰئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ (مائدہ:۴۷)	اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔

مولانا مودودی نے ان آیات کی تفسیر میں لکھا ہے:

یہاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حق میں جو خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تین حکم ثابت کیے ہیں۔ایک یہ کہ وہ کافر ہیں، دوسرے یہ کہ وہ ظالم ہیں، تیسرے یہ کہ وہ فاسق ہیں۔اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو انسان خدا کے حکم اور اس کے نازل کردہ قانون کو چھوڑ کر اپنے یا دوسرے انسانوں کے بنائے ہوئے قانون پر فیصلہ کرتا ہے، وہ دراصل تین بڑے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔اولاً اس کا یہ فعل حکم خداوندی کے انکار کا ہم معنی ہے اور یہ کفر ہے۔ثانیاً اس کا یہ فعل عدل و انصاف کے خلاف ہے، کیونکہ ٹھیک ٹھیک عدل کے مطابق جو حکم ہو سکتا تھا وہ تو خدا نے دے دیا تھا، اس لیے جب خدا کے حکم سے ہٹ کر اس نے فیصلہ کیا تو ظلم کیا۔تیسرے یہ کہ بندہ ہونے کے باوجود جب اس نے اپنے مالک کے قانون سے منحرف ہو کر اپنا یا کسی دوسرے کا قانون نافذ کیا تو درحقیقت بندگی و اطاعت کے دائرے سے باہر قدم نکالا اور یہی فسق ہے۔یہ کفر اور ظلم اور فسق اپنی نوعیت کے اعتبار سے لازماً انحراف از حکم خداوندی کی عین حقیقت میں داخل ہیں۔ممکن نہیں ہے کہ جہاں وہ انحراف موجود ہو وہاں یہ تینوں چیزیں موجود نہ ہوں۔البتہ جس طرح انحراف کے درجات و مراتب میں فرق ہے اسی طرح ان تینوں چیزوں کے مراتب میں بھی فرق ہے۔جو شخص حکم الٰہی کے

www.shibliacademy.org

خلاف اس بنا پر فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کو غلط اور اپنے یا کسی دوسرے انسان کے حکم کو صحیح سمجھتا ہے وہ مکمل کافر اور ظالم اور فاسق ہے اور جو اعتقاداً حکم الٰہی کو برحق سمجھتا ہے مگر عملاً اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہے وہ اگرچہ خارج از ملت تو نہیں ہے مگر اپنے ایمان کو کفر، ظلم اور فسق سے مخلوط کر رہا ہے۔ اسی طرح جس نے تمام معاملات میں حکم الٰہی سے انحراف اختیار کرلیا ہے وہ تمام معاملات میں کافر، ظالم اور فاسق ہے اور جو بعض معاملات میں مطیع اور بعض میں منحرف ہے اس کی زندگی میں ایمان و اسلام اور کفر و ظلم و فسق کی آمیزش ٹھیک ٹھیک اسی تناسب کے ساتھ ہے جس تناسب کے ساتھ اس نے اطاعت اور انحراف کو ملا رکھا ہے۔(۲)

اگر قاضی پوری دقت کے ساتھ قوانین اسلام اور احکام الٰہی کا لحاظ کرتے ہوئے فیصلہ کرے تو اس وقت نہ صرف حق دار کو اس کا حق ملتا ہے بلکہ معاشرے میں بھی عدالت اجتماعی قائم ہو سکتی ہے۔ حتی کہ اگر اس دنیا میں کوئی حکومت بھی چاہتی ہے کہ معاشرے میں دوام اور استمرار پیدا کرے تو اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ معاشرے میں عدالت برپا کرے۔ چنانچہ ایک معروف حدیث بھی ہے کہ "الملک یبقیٰ مع الکفر و لا یبقی مع الظلم"(۳) حکومت کفر کے ساتھ تو باقی رہ سکتی ہے لیکن ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتی۔ چونکہ ظلم و ستم ایک ایسا فعل ہے کہ جس کا اثر بہت ہی جلدی اسی دنیا میں بھی اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور جنگ و جدال، اضطراب و پریشانی، سیاسی بحران، اخلاقی اور اقتصادی بحرانوں کے ذریعے اسی دنیا میں ہی ظالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ لہٰذا معاشرے کے اندر عادلانہ یا ظالمانہ نظام کے قیام کی بڑی ذمہ داری حکمرانوں کے ساتھ ساتھ قاضیوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔

قضاء کی اہمیت روایات کی روشنی میں: یہاں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کی شرائط اور ذمہ داریوں کے تذکرے سے پہلے خود قضاء کی اہمیت بیان کی جائے تا کہ اسلام نے اس اہم ذمہ داری کو انجام دینے والوں کے لیے جو کڑی شرائط اور ذمہ داریاں بیان کی ہیں، ان کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔ لہٰذا یہاں قضاء کے باب میں وارد شدہ بعض روایات نقل کی جاتی ہیں تا کہ ان سے قضاء کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

www.shibliacademy.org

ومن حکم فی درھمین بغیر ما انزل اللہ عزّ و جلّ فھو کافر باللہ العظیم (۴)	جو شخص دو درہم کا فیصلہ بھی خدا کے قانون کے خلاف کرے گا وہ خدائے عظیم کا منکر ہوا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ باقی جتنے بھی قوانین ہیں وہ انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے ہیں اور انسان چاہے جتنی بھی احتیاط کر لے لیکن پھر بھی اس کے بنائے ہوئے قوانین میں غلطیوں کی گنجائش باقی رہتی ہے اور بسا اوقات ممکن ہے کہ قانون بنانے والوں نے اس قانون میں اپنے ذاتی مفادات کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہو، لیکن جو قانون اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے اس میں کسی غلطی کی گنجائش نہیں ہوتی اور تمام انسانوں کی ضروریات کا مکمل لحاظ رکھا گیا ہوتا ہے۔اس لیے صحیح قانون چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے لہٰذا جو اس کے خلاف فیصلہ کرے گا وہ گویا اللہ تعالیٰ کا منکر متصور ہوگا۔تو قاضی کے لیے ضروری ہے کہ تمام فیصلے حکم الٰہی کے مطابق کرے۔ایک اور مقام پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ مع القاضی ما لم یجر فاذا جار تخلی عنه و لزمه الشیطان (۵)	خدا قاضی کے ساتھ ہے جب تک کہ وہ حق کو پامال نہیں کرتا جب اس نے حق کو روند ڈالا تو خدا اس کو چھوڑ دیتا ہے اور اس کو شیطان بس میں کر لیتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ عادل قاضی کے ساتھ ہے جبکہ شیطان ظالم قاضی کے ساتھ ہے۔

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے فرشتے عادل قاضی کی رہنمائی کرتے ہیں:

اذا جلس القاضی فی مکانه ھبط علیه ملکان یسدد انه و یوفقانه و یرشد انه ما لم یجر فاذا جار عرجا و ترکاہ (٦)	جب قاضی مختلف نزاعات کا فیصلہ کرنے کے لیے مسند قضاءت پر بیٹھے تو دو فرشتے اس پر نازل ہوتے ہیں اور اس وقت تک اس کی مدد اور رہنمائی کرتے ہیں جب تک وہ ظلم نہ کرے، جب ظلم کرے تو وہ اسے چھوڑ کر دوبارہ آسمانوں کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے ذریعے عادل قاضی کی غیب سے مدد فرماتا ہے، لیکن ظالم قاضی کو اللہ کی طرف سے کوئی غیبی امداد نہیں ملتی۔حضرت ابوہریرہؓ نے حضور اکرمؐ سے روایت کی ہے:

ولیس احد یحکم بین الناس الا جیئ به یوم القیمة مغلولة یداہ الی عنقه	جو شخص دنیا میں کوئی فیصلہ کرے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں محشر کے میدان میں وارد ہوگا کہ اس کے ہاتھ

www.shibliacademy.org

فکه العدل و اسلمه الجور (۷)

اس کی گردن پر بندھے ہوئے ہوں گے عدل اس کو آزاد کرے گا اور ظلم و جور اس کو جہنم کے سپرد کرنا چاہے گا۔

ایک اور مقام پر آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

لسان القاضی بین جمرتین حتی یصیر اما الی الجنة و اما الی النار (۸)

قاضی کی زبان دو آگ کے پتھروں کے درمیان ہے یہاں تک کہ وہ فیصلہ کرتے ہوئے یا جنت تک پہنچتا ہے یا جہنم تک۔

ایک اور روایت میں آنحضرتؐ نے عادل قاضی کو جنت کی بشارت دی ہے اور ظالم قاضی کو جہنم کی وعید سنائی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ حضور اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

من طلب قضاء المسلمین حتی یناله ثم غلب عدله جوره فله الجنة و من غلب جوره عدله فله النار (۹)

جو شخص مسلمانوں کے درمیان منصب قضاء کا طلب گار ہو اور اسے حاصل کر لے تو پھر اگر اس کا عدل ظلم پر غالب آئے تو اس کے لیے جنت ہے لیکن اگر اس کا ظلم عدل پر غالب آئے تو اس کے لیے جہنم ہے۔

ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قضاء کتنا اہم اور نازک کام ہے کہ اگر قاضی حق کے مطابق فیصلہ کرے تو یہ برحق فیصلے اس کو جنت تک پہنچاتے ہیں اور اگر خدانخواستہ وہ حق کے خلاف اور اپنی خواہشات نفسانی کے مطابق فیصلہ کرے تو یہ ناحق فیصلے اسے جہنم میں پہنچا دیتے ہیں۔

حضرت علیؓ سے نقل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

القضاة اربعة ثلاثة فی النّار و واحد فی الجنّة، قاض قضی بجور وهو یعلم فهو فی النّار و قاض قضی بجور وهو لا یعلم فهو فی النّار و قاض قضی بالحقّ وهو لا یعلم فهو فی النّار و قاض قضی بالحقّ وهو یعلم فهو فی الجنة (۱۰)

قاضیوں کے چار گروہ ہیں جن میں سے تین گروہ اہل دوزخ ہیں اور فقط ایک گروہ اہل بہشت ہے۔ وہ چار گروہ یہ ہیں: ۱۔ پہلا وہ قاضی ہے کہ جو جان بوجھ کر غلط فیصلہ کرتا ہے، وہ اہل دوزخ ہے۔ ۲۔ دوسرا وہ قاضی ہے جو غلط فیصلہ کرتا ہے لیکن جانتا نہیں، وہ بھی اہل دوزخ ہے۔ ۳۔ تیسرا وہ قاضی ہے جو صحیح فیصلہ کرتا ہے لیکن جانتا نہیں وہ بھی اہل دوزخ ہے۔ ۴۔ چوتھا وہ

www.shibliacademy.org

قاضی ہے جو جان کر صحیح فیصلہ کرتا ہے صرف یہی طبقہ بہشت کا حقدار ہے۔

حضرت علیؓ نہج البلاغہ میں پیغمبر اسلام ﷺ کا قول نقل کرتے ہیں:

صلاح ذات البین افضل من عامة الصلاۃ و الصّیام (۱۱) لوگوں کے درمیان مصالحت تمام نمازوں اور روزوں سے افضل ہے۔

حضرت علیؓ نے ایک اور جگہ فرمایا:

شر القضاۃ من جارت اقضیته (۱۲) قاضیوں میں سے بدترین قاضی وہ ہے کہ جس کے فیصلے ظلم پر مبنی ہو۔

رسوا ترین چیز قاضیوں کا ظلم ہے۔

ان مذکورہ بالا روایات سے جہاں مقام قضاء کی اہمیت کھل کر سامنے آتی ہے، وہاں اس اہم ذمہ داری کو انجام دینے والے قاضیوں کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ اگر قاضی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق یعنی عدل کے ساتھ فیصلے کرے تو نہ صرف اسے اللہ کی غیبی مدد حاصل ہوتی ہے بلکہ اس کا یہ عدل اس کو جنت تک پہنچاتا ہے لیکن اس کے برعکس اگر کوئی قاضی حکم الٰہی کے مطابق فیصلہ نہ کرے اور حق کے برخلاف ظالمانہ فیصلہ کر کے لوگوں کے حقوق کو ضائع کر دے تو اس کا یہ ظلم اس کو جہنم تک پہنچا دیتا ہے اور ایسے ظالم قاضی کو اللہ کے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

قاضی کی شرائط اور آداب قضاء: اب جبکہ اسلام میں قضاء کی اہمیت واضح ہو گئی تو یہاں اب شریعت اسلام کے نزدیک قاضی کے اندر پائی جانے والی شرائط کا تذکرہ کیا جاتا ہے تا کہ معلوم ہو سکے کہ اسلامی نظام قضاء کی روشنی میں ہر شخص اس اہم ذمہ داری کو انجام دینے کا اہل نہیں ہے بلکہ صرف وہی لوگ اس کو انجام دے سکتے ہیں کہ جن کے اندر خاص شرائط پائی جاتی ہوں۔ کیونکہ معاشرے میں عدل اجتماعی کے قیام میں قاضی کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے۔

یہاں قاضی کی شرائط کے باب میں فقہائے اسلام کی طرف سے بیان کردہ شرائط کو ذکر کیا جاتا ہے۔ شیخ مفید کتاب المقنعة میں قاضی کی شرائط اس طرح بیان کرتے ہیں:

والقضاء بین النّاس درجة عالیة و لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنا ایک بلند مرتبہ ہے اور اس

www.shibliacademy.org

شروطه صعبة شديدة ولا ينبغي لاحد ان يتعرض له حتى يثق من نفسه بالقيام به وليس يثق احد بذلک من نفسه حتى يكون عاقلاً كاملاً عالماً بالكتاب وناسخه ومنسوخه وعامّه وخاصّه وندبه وايجابه ومحكمه ومتشابهه عارفاً بالسنة وناسخها و منسوخها وعالماً باللّغة مطلعاً بمعاني كلام العرب بصيراً بوجوه الاعراب ورعاًعن محارم الله عز وجل زاهداً فی الدنيا متوفراً على الاعمال الصالحات مجتنباً للذنوب والسّيئات شديد الحذر من الهوى حريصاًعلى التقوى (۱۳)

کی شرائط بہت سخت ہیں اور کسی کے لیے اس وقت تک قضاء انجام دینا صحیح نہیں ہے جب تک اسے اس کے انجام دینے کے بارے میں اپنے نفس پر مکمل اعتماد نہ ہو اور کسی کو قضاءت کے انجام دینے کے بارے میں اپنے آپ پر اس وقت تک اعتماد نہیں ہو سکتا جب تک اس میں یہ شرائط نہ ہوں: عاقل ہو۔ کامل ہو۔ قرآن کا علم رکھتا ہو۔ قرآن کے ناسخ و منسوخ، عام وخاص، ندب وایجاب اور محکم ومتشابہ کا علم رکھتا ہو۔ سنت نبویؐ کا علم رکھتا ہو۔ اس کے ناسخ و منسوخ کا علم رکھتا ہو۔ لغت کا عالم ہو۔ کلام عرب کے معانی پر آگاہی رکھتا ہو۔ اعراب کے بارے میں علم رکھتا ہو۔ محرمات الٰہی سے پرہیز کرتا ہو۔ زہد پیشہ ہو۔ نیک کاموں (اعمال صالحات) کو انجام دیتا ہو۔ گناہوں اور برائیوں سے اجتناب کرتا ہو۔ خواہشات نفسانی کی پیروی سے سخت پرہیز کرتا ہو اور تقویٰ اختیار کرتا ہو۔

امام ابن رشد قرطبی قاضی کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاما الصفات المشترطة فی الجواز: فان يكون حراً مسلماً بالغاً ذكراً عاقلاً عدلاً و اختلفوا فی كونه من اهل الاجتهاد فقال الشافعي: يجب ان يكون من اهل الاجتهاد (۱۴)

قاضی کے لیے قضاء کے جواز میں جو شرائط معتبر ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ آزاد ہو، مسلمان ہو، بالغ ہو، مرد ہو، عاقل ہو اور عادل ہو۔ اجتہاد کی شرط کے معتبر ہونے میں علماء کا اختلاف ہے امام شافعی نے کہا ہے کہ قاضی کا اہل اجتہاد میں سے ہونا ضروری ہے۔

کتاب ارشاد المسترشد میں قاضی کی شرائط کے بارے میں لکھا ہے:

www.shibliacademy.org

فقد اتفق العلماء علی اشتراط ان یکون القاضی حراً مسلماً بالغاً عاقلاً عدلاً ذکراً واختلفوا فی اشتراط کونہ من اھل الاجتھاد فذھب مالک والشافعی واحمد الی اشتراط الاجتھاد و قال ابو حنیفہ بجواز تولیۃ القضاء من لیس بمجتھد (۱۵)	قاضی کے اندر جن شرائط کے معتبر ہونے پر علماء کا اتفاق ہے وہ یہ ہیں کہ: وہ آزاد ہو، مسلمان ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، عادل ہو، مرد ہو۔ اجتہاد کی شرط کے لازم ہونے میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد حنبل کا نظریہ یہ ہے کہ قاضی کا مجتہد ہونا ضروری ہے جبکہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ غیر مجتہد شخص کے لیے بھی قضاء انجام دینا جائز ہے۔

فقہ حضرت عمرؓ میں ڈاکٹر رواس قلعہ جی قاضی کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جس شخص کو منصب قضاء سپرد کیا جائے اس میں حسب ذیل اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے: ۱۔ عقل، بلوغ، حریت اور اسلام: کیونکہ جس شخص میں یہ اوصاف نہ ہوں تو وہ شہادت کا اہل نہیں ہے تو وہ قضا کا اہل کیسے ہوسکتا ہے۔ ۲۔ مرد ہونا۔ ۳۔ احکام شریعت کا علم۔ ۴۔ تقویٰ: تقویٰ کی شرط اس لیے کہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی قضا بدرجہ اولیٰ قبول نہیں۔ حضرت عمرؓ نے جب معاذ بن جبلؓ اور ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو شام کا والی بنا کر انہیں لکھا کہ تم اپنے ہاں موجود نیک اور صالح لوگوں کو تلاش کر کے انہیں منصب قضاء پر مامور کرو۔ ۵۔ لوگوں کے پاس موجود مال و دولت سے بے نیاز ہونا اور ہر قسم کی ریاکاری اور خوشامد سے دور ہونا۔ ۶۔ ذہانت و فطانت۔ ۷۔ سختی بغیر درشتی کے اور نرمی بغیر کمزوری کے۔ ۸۔ شخصیت کی مضبوطی۔ ۹۔ مالدار اور خاندانی ہونا: حضرت عمرؓ نے اپنے بعض عمال کو لکھا کہ ایسے افراد کو قاضی مقرر کرو جو مالدار اور خاندانی ہوں، کیونکہ صاحب مال آدمی کو دوسرے کے مال کا لالچ نہیں ہوگا اور صاحب حسب شخص لوگوں کی طرف سے پہنچنے والے عواقب سے خوفزدہ نہیں ہوگا۔'' (۱۶)

شیخ انصاری کتاب القضاء والشھادات میں قضاء کے آداب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویکرہ القضاء وقت الغضب والجوع والعطش والغم والفرح	قاضی کے لیے غصے، بھوک، پیاس، خوشی، غم، درد اور اونگھ کی حالت میں قضاء انجام دینا مکروہ ہے اور نیز

www.shibliacademy.org

والوجع و مدافعة الاخبثتين و النعاس وان يتولی البيع والشراء لنفسه وان يضيف احد الخصمين (۱۷)	اپنے لیے خرید وفروخت کا خود انجام دینا اسی طرح فریقین میں سے کسی ایک کا مہمان بننا مکروہ ہے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر قاضی کے وظائف بیان کرتے ہوئے شیخ انصاری لکھتے ہیں:

اذا حضر الخصمان عند القاضی بين يديه سوّی بينهما فی السلام عليهما و ردّه لو سلما عليه و فی الكلام بان يبدأ احدهما بالكلام منفرداً وفی القيام لهما اذا قام وفی النظر اليهما بان لا يكون نظره الی احدهما اكثر و كذا سائر انواع الاكرام من طلاقة الوجه وطرز الكلام والمجلس (۱۸)	جب فریقین نزاع قاضی کے سامنے حاضر ہوجائیں تو ضروری ہے کہ قاضی ان کے درمیان سلام کرنے، ان کے سلام کا جواب دینے، ان کے ساتھ بات کرنے، اوران کے احترام کے لیے اٹھنے میں مساوات کا لحاظ کرے اوران کی طرف نگاہ کرنے میں بھی مساوات کا لحاظ کرے کہ ایسا نہ ہو کہ ایک کی طرف زیادہ نگاہ کرے اوردوسرے کی طرف کم نگاہ کرے، اسی طرح ان کی طرف توجہ کرنے اوران کے ساتھ بات کرنے اور بیٹھنے کے طرز میں بھی مساوات کا لحاظ کرے۔

امام ماوردی اورقاضی ابویعلی نے قاضی کے وظائف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

(يجب علی القاضی) التسوية فی الحكم بين القوی والضعيف والشريف والمشروف ولا يتبع هواه فی الحكم (۱۹)	قاضی پر واجب ہے کہ وہ طاقتور اور کمزور کے درمیان، اسی طرح باشرف اورکم شرف کے درمیان فیصلہ کرتے وقت مساوات کا لحاظ کرے اور فیصلے کے دوران خواہشات نفس کی پیروی نہ کرے۔

قاضی ابویعلی بغدادی (م ۴۵۸ھ) نے اپنی کتاب الجامع الصغير میں آداب قضاءت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

ويجب عليه ان يسوی بين الخصمين فی لفظه ولحظه وجلسهما منه وان لا يقبل علی احدهما اكثر من اقباله علی	قاضی کے اوپر واجب ہے کہ وہ فریقین نزاع کے درمیان بولنے میں، توجہ کرنے میں اور بیٹھنے میں مساوات کا لحاظ کرے اورضروری ہے کہ قاضی ان

www.shibliacademy.org

الآخر (۲۰)	میں سے ایک کی طرف دوسرے کی نسبت زیادہ توجہ نہ کرے۔

فقہ السنّۃ کے مولف نے قاضی کے وظائف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

وعلی القاضی ان یسوی بین الخصمین فی خمسۃ اشیاء: ۱- فی الدخول علیہ ۲-و الجلوس بین یدیہ ۳-والاقبال علیھما ۴-والاستماع لھما ۵-والحکم علیھما (۲۱)	قاضی پر لازم ہے کہ وہ پانچ چیزوں میں فریقین نزاع کے مابین مساوات کا لحاظ کرے: ۱۔داخل ہونے میں۔ ۲۔ان کے سامنے بیٹھنے میں۔ ۳۔ان کی طرف توجہ کرنے میں۔ ۴۔ان کی باتوں کو سننے میں۔ ۵۔ان کے درمیان فیصلہ کرنے میں۔

فقہ حضرت عمرؓ میں آداب قضاء سے مربوط پانچ موارد ذکر کیے گئے ہیں کہ جن کا لحاظ کرنا قاضی پر لازم ہے۔ڈاکٹر رواس قلعہ جی لکھتے ہیں:

''بعض امور ایسے ہیں جن کا خیال رکھنا عدل وانصاف کے قیام کے لیے قاضی پر لازم ہے مثلاً: ۱۔عمل میں اللہ کے لیے اخلاص۔ ۲۔فیصلہ سنانے سے قبل معاملے کو خوب اچھی طرح سمجھنا اور اس کے تمام پہلوؤں کا پوری طرح جائزہ لینا ضروری ہے اور جب تک حق پوری طرح کھل کے سامنے نہ آجائے قاضی کے لیے مقدمے کا فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ۳۔اسلامی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا۔ ۴۔قاضی کے لیے اگر کوئی قضیہ حل کرنا دشوار ہو جائے تو اسے چاہیے کہ دوسروں سے مشورہ کرے۔ ۵۔فریقین مقدمہ کے مابین مساوات: حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ اپنے متوجہ ہونے میں، اپنی مجلس میں اور اپنے انصاف میں لوگوں کے مابین مساوات قائم کرو، تاکہ کسی باحیثیت شخص کو تم سے طرف داری کا لالچ نہ ہو اور کمزور تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہو''۔(۲۲)

یہاں تک قاضی کے وظائف اور آداب قضاء سے مربوط شیعہ سنی فقہاء اور علماء کے آراء اور فتاویٰ کا ایک اجمالی خلاصہ پیش کیا گیا اب اس سلسلہ میں جو روایات نقل ہوئی ہیں ان میں سے بعض منتخب روایات نقل کی جاتی ہیں تاکہ اسلامی تعلیمات میں قضاء کی اہمیت اور قاضی کی ذمہ داریاں زیادہ

www.shibliacademy.org

واضح ہو سکے۔

حضرت ام سلمہ پیغمبر اکرمؐ سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

اذا ابتلی احدکم بالقضاء بین المسلمین فلیسو بینهم فی النظر والمجلس والاشارة ولا یرفع صوته علی احد الخصمین اکثر من الآخر (۲۳)	جب تم میں سے کوئی مسلمانوں کے درمیان قضاءت انجام دینا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کے درمیان نگاہ کرنے، بیٹھنے اور اشارہ کرنے میں مساوات کا لحاظ کرے اور نیز قاضی فریقین کے ساتھ بات کرنے میں اپنی آواز اونچی کرنے اور کم کرنے میں بھی مساوات کا لحاظ کرے۔

فریقین کے مابین مساوات کا لحاظ رکھنے کے حکم سے جو بات یہاں سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی نظام قضاء کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک محکمہ عدالت کے اندر قاضی کے سامنے کسی کا جرم شرعی ادلہ اور بینہ کی روشنی میں ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ فریقین نزاع میں سے کسی کو مجرم سمجھیں اور اس کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار کریں۔ بلکہ ضروری ہے کہ محکمہ عدالت کے اندر قاضی بھی دونوں فریقین کے مابین مساوات کا مکمل لحاظ کرے۔

ایک دوسرے مقام پر پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اذا تقاضی الیک رجلان فلا تقض للاول حتی تسمع کلامًا لآخر (۲۴)	جب دو شخص اپنے نزاع کے بارے میں تم سے فیصلہ چاہیں تو اس وقت تک ان کے مابین فیصلہ صادر نہ کرنا جب تک دونوں فریقین کی بات مکمل سن نہ لے۔

اس حدیث سے اسلام میں انصاف کا ایک بنیادی اصول فراہم ہوتا ہے کہ قاضی کسی بھی شخص کے خلاف اس کا موقف سنے بغیر فیصلہ نہیں دے سکتا۔ یعنی جب مدعی اپنا دعویٰ قاضی کے سامنے پیش کرے تو قاضی کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ فقط مدعی کے دعویٰ کو پیش نظر رکھتے ہوئے مدعی علیہ کی بات سنے بغیر فوراً فیصلہ صادر کرے، بلکہ قاضی کی ذمہ داری ہے کہ وہ پہلے مدعی علیہ کے موقف کو بھی سن لے اور پھر مکمل تحقیق کے بعد کوئی فیصلہ صادر کرے۔ ایک اور مقام پر پیغمبر اکرمؐ نے غصہ کی حالت میں قضاء انجام دینے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے:

www.shibliacademy.org

لا یقضی القاضی بین اثنین وھو غضبان (۲۵)	قاضی کو چاہیے کہ جب وہ غصہ کی حالت میں ہوتو فریقین کے درمیان قضاء انجام نہ دے۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے قاضی کو فریقین نزاع کے مابین عدالت کے لحاظ کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا ہے:

من ابتلی بالقضاء بین المسلمین فالیعدل بینھم فی لحظہ و اشارتہ و مجلسہ و مقعدہ (۲۶)	جو شخص مسلمانوں کے درمیان قضاء کا عہدہ دار ہونا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ ان کے درمیان اشارہ کرنے اور بیٹھنے میں عدالت کا لحاظ کرے۔

حضرت عمرؓ نے جناب ابوموسیٰ اشعری کو قضاء کے بارے میں جو خط لکھا ہے اس میں کہتے ہیں:

آس بین الناس فی وجھک و عدلک و مجلسک حتی لا یطمع شریف فی حیفک ولا ییأس ضعیف من عدلک (۲۷)	لوگوں کے درمیان اپنی توجہ میں اور اپنے عدل میں اور بیٹھنے میں مساوات کا لحاظ کرو تاکہ بڑے لوگ تمہاری ناانصافی سے امید نہ لگا بیٹھیں اور کمزور افراد تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہوجائیں۔

یہ خصوصیات صرف اسلامی نظام قضاء کو حاصل ہے کہ اس میں قاضی کو بظاہر غیر اہم دکھائی دینے والی ان باریک باریک باتوں کی بھی رعایت کا حکم دیا گیا ہے تاکہ وہ ہر لحاظ سے غیر جانب دار رہے اور عدالت کے اندر فریقین مقدمہ کو یہ احساس نہ ہوجائے کہ قاضی کا قلبی میلان کسی ایک فریق کی طرف ہے۔

اسلامی نظام قضاء کے اصولوں کے تحت ہر شخص چاہے وہ حاکم ہو یا محکوم، امیر ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا فقیر سب قانون کی نظر میں برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ ان تعلیمات کی واضح اور عملی مثالیں بھی تاریخ اسلام میں فراواں ملتی ہیں۔ جیسے جب حضرت رسول اکرمؐ کے زمانے میں عرب کے ایک بااثر قبیلہ بنی مخزومیہ کی ایک عورت چوری کے جرم میں پکڑی گئی اور اس کا جرم شرعی طریقے سے ثابت ہوا تو رسول اکرمؐ نے اس کی اشرافیت کی پرواہ کیے بغیر اس پر حد جاری کر دی اور جب بعض لوگوں نے اس عورت کے خاندان اور اس کی اشرافیت کی بناء پر اس پر سے حد ساقط

www.shibliacademy.org

کرنے کی سفارش کی، تو آپؐ نے ان کے جواب میں فرمایا: تم میں سے پہلے قوموں کو اسی چیز نے تباہ کیا کہ ان کا حال یہ ہو گیا تھا کہ اگر ان میں کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی معمولی آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ خدا کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں تو اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔(۲۸)

نتیجہ بحث: قضاء ایک نہایت اہم ذمہ داری ہے کیونکہ اس کا تعلق لوگوں کے جان، مال، عزت و آبرو اور ان کے حقوق سے ہے لہٰذا اس اہم ذمہ داری کو صرف وہی لوگ ہی انجام دے سکتے ہیں کہ جن میں عادلانہ فیصلہ کرنے کے حوالے سے شریعت کے بیان کردہ مطلوبہ شرائط پائی جاتی ہوں اور ان کے اوپر فرض ہے کہ وہ لوگوں کے مابین اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق فیصلہ کریں اور خلاف حق فیصلہ کرنے سے پرہیز کریں اور مکمل مساوات کا لحاظ کریں۔ نیز کسی جانب داری کے بغیر، انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے لوگوں کے مابین فیصلہ کریں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام اسلامی ممالک اپنے اپنے ملک میں لوگوں کے مابین پیش آنے والے تنازعات اور اختلافات کے حل کے لیے صرف انہی لوگوں کو قضاء کی اہم ذمہ داری سونپیں جن کے اندر دین مبین، اسلام کی بیان کردہ تمام مطلوبہ شرائط پائی جاتی ہوں ورنہ نااہل قاضیوں (ججوں) سے انصاف کی توقع ہر گز نہیں رکھی جا سکتی۔

حوالہ جات

(۱) رشید رضا، سید محمد تفسیر المنار، ج ۵، ص ۱۳۹، ۱۴۰، طبع اول، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۹ء، ۱۴۲۰ھ۔ (۲) مودودی، مولانا ابوالاعلیٰ تفہیم القرآن، ج ۱، ص ۴۷۵، ۴۷۶، چاپ ۳۴، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۲ء، ۱۴۲۴ھ۔ (۳) ناصری، شیخ علی اکبر، حقوق اسلامی، ص: ۱۲۰، چاپ اول، شرکت سہامی طبع کتاب، تہران، ۱۳۸۴ھ، ۱۳۴۳ھ ش۔ (۴) کلینی، محمد بن یعقوب فروع کافی، ج ۵، ص: ۴۴۶، دار التعارف للمطبوعات، بیروت، ۱۹۹۳ء، ۱۴۱۳ھ، العاملی، شیخ حر، وسائل الشیعہ، ج ۲۷، ص ۳۴، موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، قم، ۱۴۱۴ھ۔ (۵) متقی الهندی، کنز العمال، ج ۳، ص ۹۲، طبع خامس، موسسہ الرسالہ۔ بیروت، ۱۹۸۵ء، ۱۴۰۵ھ۔ وکیع، محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاۃ، ص ۳۴، مراجعہ: سعید محمد اللحام، طبع اول، عالم الکتب، بیروت، ۲۰۰۱ء، ۱۴۲۲ھ۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، السنن الترمذی، ج ۳، ص ۶۳، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۴ء، ۱۴۱۴ھ۔ السید سابق، فقہ السنۃ، ج ۳، ۲۲۵، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، ۲۰۰۴ء،

www.shibliacademy.org

۱۴۲۵ھ۔ البیہقی ،امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی ،السنن الکبریٰ ،جلد ۱۵ ص ۳۴ ،دارالفکر ،بیروت ۔البیہقی ،امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی ،السنن الصغیر ج ۲ ص ۴۶۶ ،تحقیق :عبدالسلام عبدالشافی ،احمد قبانی ،طبع اول ،دارالکتب العلمیہ ،بیروت، ۱۹۹۲ء، ۱۴۱۲ھ۔(۶) وکیع ،محمد بن خلف بن حیان ،اخبار القضاۃ ،ص ۳۵۔البیہقی ،امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی ،السنن الکبریٰ ،ج ۱۵ ،ص ۳۴ ،دارالفکر ،بیروت ۔(۷) ابن ابی الحدید ،شرح نہج البلاغہ ،ج ۱۷ ،ص ۶۵ ،طبع ثانی ،داراحیاء التراث العربی ،بیروت ،۱۹۶۷ء ،۱۳۸۷ھ ۔(۸) متقی الہندی ،کنزالعمال ،ج ۶ ،ص ۹۴ ،العاملی ،شیخ حر ،وسائل الشیعہ ،ج ۲۷ ،ص ۲۱۴ ۔(۹) السید سابق ،فقہ السنۃ ،ج ۳ ،ص ۲۲۵ ۔(۱۰) کلینی ،محمد بن یعقوب ،فروع کافی ،ج ۵ ،ص ۴۴۶ ،العاملی ،شیخ حر ، وسائل الشیعہ ،ج ۲۷ ،ص ۲۲ ،شیخ مفید ،المقنعۃ ،ص ۷۲۱۔اور درج ذیل کتب میں بھی یہ حدیث پیغمبر اکرمؐ سے مروی ہے لیکن ان میں قاضیوں کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں :ابن ماجہ قزوینی ،ابوعبداللہ محمد بن یزید ،سنن ابی ماجہ ،ص ۲۴۹ ،بیت الافکار الدولیۃ للنشر والتوزیع ،ریاض ۔ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ،سنن الترمذی ،ج ۳ ،ص ۶۱ ،وکیع ،محمد بن خلف بن حیان ، اخبار القضاۃ ،ص ۲۴ ،البیہقی ،ابوبکر احمد بن الحسین بن علی ،السنن الصغیر ،ج ۲ ،ص ۵۷۴ ،متقی الہندی ،کنزالعمال ،ج ۶ ،ص ۹۱ ، السید سابق ،فقہ السنۃ ،ج ۳ ،ص ۲۲۷ ،شاہ ولی اللہ ،حجۃ اللہ البالغہ ،ص ۶۳۰ ،ترجمہ مولانا عبدالحق حقانی ،محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل ،کراچی ۔(۱۱) نہج البلاغہ مکتوب ۷۴ ۔(۱۲) رسولی محلاتی ،سید ہاشم ،غررالحکم و دررالکلم درآمدی ،ج ۲ ،ص ۳۱۹ ،طبع رابع ، دفتر نشر فرہنگ اسلامی ،تہران ،۱۳۸۰ش ۔(۱۳) شیخ مفید ،المقنعۃ ،ص ۷۲۱ ،طبع اول ،موسستہ النشر الاسلامی ،قم ،۱۴۱۷ھ۔ (۱۴) ابن رشد قرطبی ،القاضی ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد ،بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ،ج ۲ ،ص ۸۲۴ ،طبع اول ،دار ابن حزم ،بیروت ،۲۰۰۳ء ،۱۴۲۴ھ ۔(۱۵) الانصاری ،محمد اولی بن منذر ،ارشاد المسترشد فی تھذیب مذاھب ائمۃ الھدیٰ فی الفقہ وادلتہ ،ج ۳ ،ص ۳۱۶ ،طبع اول ،مکتبۃ العبیکان ،ریاض ،۱۹۹۸ء ،۱۴۱۹ھ ۔(۱۶) قلعہ جی ،ڈاکٹر محمد رواس ،فقہ حضرت عمرؓ ،ترجمہ ساجد الرحمن صدیقی ،ص ۶۸۸ ،۶۸۹ ،چاپ سوم ،ادارہ معارف اسلامی منصورہ ،لاہور ،۲۰۰۲ء ۔(۱۷) انصاری ، شیخ مرتضی ،القضا والشہادات ص ۸۴ ،طبع اول ،موتمر المنوی للشیخ الانصاری ،۱۴۱۵ھ ۔(۱۸) انصاری ،شیخ مرتضی ،ایضاً ص ۱۱۱ ، ۱۱۲ ۔(۱۹) الماوردی ،امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری البغدادی ،الاحکام السلطانیۃ والولایات الدینیۃ ،ص ۸۸ ، تحقیق سمیر مصطفیٰ رباب ،المکتبۃ العصریۃ ،بیروت ،۲۰۰۳ء ،۱۴۲۴ھ ۔قاضی ابویعلی محمد بن الحسین بن خلف بن احمد بن الفراء البغدادی ،الاحکام السلطانیۃ ،ص ۷۷ ،دارالفکر ،بیروت ،۲۰۰۰ء ،۱۴۲۰ھ ۔(۲۰) قاضی ابویعلی ،محمد بن الحسین بن خلف بن احمد بن الفراء البغدادی ،الجامع الصغیر فی الفقہ علی مذہب الامام احمد بن محمد بن حنبل ،ص ۳۶۳ ،تحقیق وتعلیق :الدکتور ناصر بن سعود بن عبداللہ السلامہ ،طبع اولیٰ ،دار اطلس للنشر والتوزیع ،ریاض ،۲۰۰۰ء ،۱۴۲۱ھ ۔(۲۱) السید سابق ،فقہ السنۃ ، ج ۳ ،ص :۲۲۹ ۔رازی ،امام محمد فخرالدین ،تفسیر الفخر الرازی (التفسیر الکبیر ومفاتیح الغیب) ،ج ۵ ،ص ۱۴۷ ،تقدیم :شیخ خلیل محی الدین ،دارالفکر ،بیروت ،۲۰۰۲ء ،۱۴۲۳ھ ۔(۲۲) قلعہ جی ،ڈاکٹر محمد رواس ،فقہ حضرت عمرؓ ص ۶۸۹ ،۶۹۰ ۔(۲۳) وکیع ،

www.shibliacademy.org

محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاۃ، ص: ۳۳۳۔ البیہقی، امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الصغیر، ج ۲، ص: ۳۷۴۔
(۲۴) الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورہ، سنن الترمذی، ج ۳، ص ۶۳۔ وکیع محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاۃ، ص ۶۳۔ الماوردی، الاحکام السلطانیۃ والولایات الدینیۃ، ص ۸۳۔ قاضی ابویعلی، الاحکام السلطانیۃ، ص ۲۷۔ البیہقی، امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الصغیر، ج ۲، ص ۲۷۴۔ البیہقی، امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبری، ج ۱۵، ص ۳۰۔ متقی الہندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، کنز العمال، ج ۶، ص ۱۰۰۔ ابن الدھان، الشیخ ابوشجاع محمد بن علی بن شعیب، **تقویم النظر فی مسائل خلافیۃ ذائعۃ و نبذ مذھبیۃ نافعہ**، ج ۲، ص ۳۸۴، تحقیق: ایمن نصر الدین الازھری، طبع اول، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۱ء، ۱۴۲۱ھ۔ السید سابق، فقہ السنۃ، ج ۳، ص ۲۲۴۔ شیخ صدوق محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۱۴، طعب ثانی، دار الاضواء، بیروت، ۱۹۹۲ء، ۱۴۱۳ھ۔ حر عاملی، وسائل الشیعۃ، ج ۲۷، ص ۲۱۶۔ نوری الطبرسی، میرزا حسین، مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، ص ۳۵۱، طبع ثانی، موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، بیروت، ۱۹۸۸ء، ۱۴۰۹ھ۔ ری شہری، محمدی، میزان الحکمۃ، ج ۸، ص ۱۹۶، طبع اول، مکتب الاعلام الاسلامی، قم، ۱۴۰۴ھ، ۱۳۶۳ش۔ (۲۵) ابن ماجہ قزوینی، ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص ۲۴۹۔ ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورہ، ج ۳، ص ۶۵۔ البخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ص ۱۳۶۵، تحقیق: ابوصہیب الکرمی، بیت الافکار الدولیہ للنشر و التوزیع، ریاض، ۱۹۹۸ء، ۱۴۱۹ھ۔ مسلم، ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، ص ۸۶۵، طبع اول، دار الفکر، بیروت، ۲۰۰۰ء، ۱۴۲۱ھ۔ النسائی، امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب، سنن النسائی، ص ۸۳۸، ۸۴۲، طبع اول، المکتبۃ العصریہ، بیروت، ۲۰۰۶ء، ۱۴۲۶ھ۔ وکیع محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاۃ، ص ۶۰، ۱۲۹۶۔ البیہقی، امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبری، ج ۱۵، ص ۲۷۔ البیہقی، امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الصغیر، ج ۲، ص ۴۶۹۔ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغۃ، ج ۱۷، ص ۶۱، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم طبع ثانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۶۷ء، ۱۳۸۷ھ۔ متقی الہندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، کنز العمال، ج ۶، ص ۱۰۱۔ السید سابق، فقہ السنۃ، ج ۳، ص ۲۲۸۔ یسری، السید محمد، جامع الفقہ، ج ۷، ص ۱۳۸۔ شیخ صدوق محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۶۔ حر عاملی، رسائل الشیعہ، ج ۲۷، ص ۳۴، ۲۱۳۔ (۲۶) ابن ابی الحدید معتزلی، شرح نہج البلاغہ، ج ۱۷، ص ۶۱۔ متقی الہندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، کنز العمال، ج ۶، ص ۱۰۲۔ حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج ۲۷ ص ۲۱۴۔ (۲۷) وکیع محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاۃ، ص ۵۴۔ الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری، الاحکام السلطانیۃ والولایات الدینیۃ، ص ۱۱۷۔ یُسری، السید محمد، جامع الفقہ، ج ۷، ص ۱۱۹، طبع اول، دار الوفاء للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء، ۱۴۲۱ھ۔ السید سابق، فقہ السنۃ، ج ۳، ص ۲۳۰۔ (۲۸) الجزیری، شیخ عبدالرحمن، الفقہ علی المذاھب الاربعۃ، ص ۵، ۶، تقدیم و تعلیق: شیخ ابراہیم محمد رمضان، شرکۃ دار الارقم بن ابی الارقم، بیروت۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، ج ۲، ص ۴۰۷۔

www.shibliacademy.org

رسائل وجرائد کے
حضرت مجدد الف ثانیؒ نمبر

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۰۳۴ھ) کی ذات گرامی علمی وعوامی حلقوں میں یکساں مقبول ہے۔ مغرب میں جن صوفیہ کا خصوصی مطالعہ کیا گیا ہے ان میں ان کی ذات گرامی بھی شامل ہے، ان کی خدمات کے لیے اقبال کے الفاظ ''وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان'' شاعری نہیں اظہار حقیقت ہے۔ مجدد الف ثانیؒ کی حیات، خدمات، افکار، اور تعلیمات پر ہزاروں کتابیں مختلف زبانوں میں شائع ہو چکی ہیں، ان کی فکر کو عام کرنے کے لیے اردو زبان میں شائع ہونے والے رسائل و جرائد نے خاص نمبر بھی شائع کیے۔ ان خاص نمبروں کی افادیت واہمیت کو مولانا منظور نعمانی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> ''بہر حال ہماری اصل غرض اس سلسلہ سے یہ ہے کہ اس طرح ہم اپنے ان اسلاف کی زندگیوں کو روشن اور ان کی ہدایات کو زندہ کر کے دنیا کے سامنے پیش کر سکیں جنھوں نے ہندوستان میں احیاء ملت اور اشاعت توحید وسنت کی خاص خدمات سرانجام دیں لیکن ہماری غفلت اور زمانے کے اتفاقات نے ان کی مجاہدانہ اور مصلحانہ زندگی پر پردے ڈال دیے اور اس لیے آج ہم ان کی زندگی اور ان کی ہدایات سے کوئی روشنی حاصل نہیں کر رہے ہیں، دوسری طرف یہ بھی امید ہے کہ ان نمبروں کے ذریعہ شاید الفرقان کی دعوت اور ہماری اسلامی مساعی کا دائرہ کچھ وسیع ہو جائے۔ کیونکہ خاص نمبر جو خاص اہتمام سے نکالے جاتے ہیں۔ ان کو عموماً لوگ زیادہ پڑھتے ہیں

ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد۔

www.shibliacademy.org

اور درحقیقت ہماری ان ناچیز کوششوں کی بڑی کامیابی یہی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچیں اوران کی افادیت کا حلقہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہواور پھر حق تبارک و تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے‘‘۔(الفرقان، بریلی، ۱۳۷۴، ج۸،۹،۱۰،ص۷)

ان میں اکثر خاص شمارہ جات دستیاب نہیں ہوئے اس لیے ان رسالہ جات کے مندرجات سے آگاہی ضروری ہے تاکہ تحقیقی کام کرنے والوں کو بکھری ہوئی معلومات ایک جگہ دستیاب ہوسکیں۔اسی مقصد سے ذیل میں خاص نمبروں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے:

الفرقان (بریلی): ۱۳۵۷ھ میں مولانا منظور احمد نعمانی نے اپنے رسالہ الفرقان کا مجدد الف ثانی نمبر نکالا، غالباً حضرت مجدد پر شائع ہونے والا یہ کسی رسالہ کا پہلا خاص نمبر ہے۔اس شمارہ کے لیے خاص اہتمام سے مضامین لکھوائے گئے اور بعدازاں کتابی شکل میں ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۹ء میں اکیس سال بعد شائع بھی ہوئے۔اس لیے اس شمارہ کے مقالات اور مقالہ نگاروں کا تفصیلی تعارف مولانا منظور نعمانی کے قلم ہی سے ملاحظہ فرمائیں تاکہ مندرجات کے فہم میں آسانی رہے۔

میری گزارشات کے بعد پہلا مضمون مولانا محفوظ الرحمن صاحب نامی مجددی کا ہے، موصوف دارالعلوم دیوبند کے ان ممتاز فرزندوں میں سے ہیں جو باوجود اپنی نوجوانی کے صلاحیت اور خدمات کے لحاظ سے بڑے ہیں۔مولانا کا مضمون باوجود اختصار کے اپنے اندر ایک خاص جامعیت رکھتا ہے اور صرف اس کے مطالعے سے حضرت مجددؒ قدس سرہ کی حیات طیبہ اوران کے کارناموں کا ایک اجمالی نقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے اوران کو پہچاننے اور سمجھنے کی استعداد و صلاحیت پیدا ہوسکتی ہے اوراس کی اسی خصوصیت کا لحاظ کرتے ہوئے بطور مقدمۃ الکتاب کے اس کو شروع میں رکھا گیا ہے۔

اس کے بعد مولانا احمد علی صاحب امیر خدام الدین لاہور کا مضمون ہے وہ بھی اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن ایک جامعیت کی شان اس میں بھی ہے اور پھر اس کی حیثیت ایک وعظ کی سی بھی ہے اوراس لحاظ سے گویا وہ الفرقان کے سلسلہ ’’موعظہ وذکری‘‘ کی ایک کڑی ہے۔اسی واسطے اس کو بھی ابتدائی صفحات میں درج کیا گیا ہے۔

بعدازاں مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوری کا مضمون ہے، اس مضمون

www.shibliacademy.org

میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی بلند شخصیت، علوم و معارف، ملی خدمات اور دینی اصلاحات کے متعلق نہایت مفید معلومات کا کافی ذخیرہ ہے بالخصوص اس کے ابتدائی حصہ میں منصب تجدید دین وملت اور حدیث مجددیت پر جو مبسوط کلام کیا گیا ہے وہ حضرات اہل علم کے لیے بھی قابل ملاحظہ ہے اور اگر اس نمبر میں حدیث مجددیت کی یہ بحث نہ ہوتی تو یقیناً ایک بڑی کمی رہ جاتی۔

اس کے بعد مولانا سید محب الحق صاحب محشر حسینی کا ایک مختصر مضمون ہے جس میں امر بالمعروف واستقامت علی الحق کی پاداش میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے قید کیے جانے کا واقعہ نہایت دلکش انداز میں لکھا گیا ہے ناظرین الفرقان محشر صاحب کی طرز تحریر اور ان کی خصوصیات سے خوب واقف ہیں۔

ازاں بعد حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی مجددی لکھنوی کا مضمون گرامی ہے جو ایک مستقل اور جامع تذکرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت ممدوح سے تعلق اور واقفیت رکھنے والوں کو معلوم ہے کہ بوجہ ضعف اور بعض خاص مشاغل کے سبب ایک عرصے سے حضرت مولانا گویا قلم ہاتھ سے رکھ چکے ہیں یہاں تک کہ حضرت موصوف کی بعض اہم تصانیف جو ناتمام رہ گئی ہیں ان کی بھی تکمیل اس وقت نہیں ہو رہی ہے ان حالات کے علم کے باوجود میں نے ممدوح سے مضمون کی درخواست کی اور عرض کیا کہ خواہ مختصر ہی ہو مگر اس نمبر میں حضرت محترم کا مضمون ضرور چاہتا ہوں مجھے الحمدللہ ان نسبتوں کا علم تھا جو مولانا ممدوح کو حضرت مجدد قدس سرہ سے حاصل ہیں اور جن کا اثر یہ ہے کہ جب کبھی آپ حضرت قدس سرہٗ کا ذکر کرنے لگتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ زبان کام نہیں کر رہی دل بول رہا ہے، اس لیے مجھے یقین تھا کہ جب حضرت قدس سرہ کے متعلق آپ لکھنے کا ارادہ فرمائیں گے تو پھر اختصار خود آپ کے اختیار میں نہ رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور چند در چند موانع اور مصروفیتوں کے باوجود آپ نے وہ گرامی قدر مضمون مرحمت فرمایا جو صفحہ ۵۷ سے صفحہ ۹۵ تک قریباً چالیس صفحے پر آپ ملاحظہ فرمائیں اس مضمون کے متعلق بھی اتنا ہی یہاں عرض کیا جا سکتا ہے کہ اگر مجدد نمبر میں صرف یہ ہی ایک مضمون ہوتا جب بھی حضرت مجدد کی سیرت نگاری کا فریضہ بڑی حد تک ادا ہو جاتا۔ اس کے بعد مجھے حضرت مولانا مدظلہ سے اپنی ایک جسارت کی معافی چاہنی ہے۔ ممدوح نے سخت تاکید سے لکھا تھا کہ مضمون کی اشاعت میرے نام سے نہ کی جائے اور مسودہ میں اپنے اسم گرامی کی

www.shibliacademy.org

جگہ یہ لفظ ارقام فرمائے تھے:

''یکے از خدام متوسلین این سلسلہ علیہ الرحمۃ اللہ تعالیٰ بالطافہ الخفیہ ''۔(؟)

اور مجھے اپنے ایک دوست سے (جن کے ہاتھوں سے یہ مضمون گرامی مجھ تک پہنچا تھا) دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت مولانا کا منشا اس عدم اظہار سے غالباً یہ ہے کہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ''میں بھی سلسلہ فقر و درویشی سے کوئی تعلق رکھتا ہوں حالانکہ میں اس کا اہل نہیں ہوں''لیکن جو شخص حضرت مولانا کی اس حیثیت کو یقین کے ساتھ جانتا ہو وہ کیوں اس عدم اظہار پر مجبور کیا جائے؟ بہرحال میں نے مولانا ممدوح کی سخت تاکید کے باوجود اس ہدایت پر عمل نہیں کیا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میری یہ عدول حکمی باغیانہ نہیں ہے، اور صلح حدیبیہ میں حضرت علیؓ کی ادب آمیز عدم تعمیل میرے لیے کافی سند ہے۔

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب مدظلہ کے مضمون کے بعد حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا مضمون ہے اگرچہ مختصر ہے لیکن منصب تجدید اور مقام مجددیت پر اس میں بہت اچھی روشنی ڈالی گئی ہے میں اپنے محترم کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بے حد اور نہایت اہم مصروفیتوں کے باوجود میری درخواست منظور فرمائی اور جب اطمینان کا کوئی وقت نہ نکل سکا تو اثنائے سفر میں چلتی ریل ہی سے یہ مضمون ارقام فرما کر ارسال فرما دیا۔

بعدہ حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبہ دینیات عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کا مضمون گرامی ہے ممدوح ہماری جماعت کے ممتاز اور مایہ ناز افراد میں سے ہیں، بلکہ حق یہ ہے کہ اپنی بہت سی گرامی قدر خصوصیات کے لحاظ سے وہ ''فرد'' ہی ہیں، دیگر اعلیٰ کمالات کے ساتھ انشاء میں بھی ایک خاص قسم کے وجد آفریں طرز کے مالک بلکہ موجد ہیں۔ ہندوستان کے دینی اور مذہبی بلند پایہ صحیفوں میں کم ایسے ہوں گے جن کو ان کے مضامین کی اشاعت کا شرف حاصل نہ ہوا ہو مگر الفرقان کی کوتاہ نصیبی تھی کہ وہ ابھی تک اس سے محروم رہا آج حضرت مجدد قدس سرہ کے صدقہ میں وہ اس شرف سے بھی مشرف ہو رہا ہے۔ مولانا کی نظر کرم ادھر کیوں ملتفت ہوئی یا کس طرح اس کو ملتفت کرایا گیا یہ ایک عجیب اور دلچسپ داستان ہے تفصیل کا تو موقع نہیں اور نہ اس کے لیے گنجائش لیکن بالکل خاموشی سے گزرا بھی نہیں جاتا، واقعہ یہ ہوا کہ جب مجدد الف ثانیؒ نمبر نکالنا طے

www.shibliacademy.org

کرلیا گیا تو دوسرے حضرات کے ساتھ مولانا ممدوح کی خدمت میں بھی مضمون کے لیے عریضہ لکھا گیا اور ہونے والی بات کہ بالکل بلاقصد محض اتفاقی غلطی سے وہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دامت فیوضہم وبرکاتہم کی خدمت میں جانے والے عریضہ کے ساتھ انہیں کے لفافہ میں بند ہوگیا اور حضرت ممدوح نے اس کے ساتھ چند سفارشی کلمات لکھ کر مولانا کے پاس حیدرآباد روانہ فرمادیا۔

اب وہ صرف الفرقان کے حقیر مدیر کا ''ناقابل اعتنا'' عریضہ نہ تھا، بلکہ اس کے ساتھ حضرت استاذ بھی تھا اس لیے توجہ سے ملاحظہ فرمایا گیا، پھر درخواست کا تعلق حضرت مجدد الف ثانیؒ کی مقدس ذات سے تھا اور اسی قدسی صفات کے متعلق مضمون مانگا گیا تھا جو ان کے ذوق و وجدانی خاص چیز اور ان کی جولانی کا خاص میدان تھا پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ ''الغفاری'' اور ''اویس قرنی'' کا مصنف ''اہل نہ پڑتا'' حضرت مجدد قدس سرہ کے نام نامی نے گیلانی سمندر میں تلاطم برپا کردیا جس کی پہلی موج ۵۲ صفحات پر اس نمبر میں پھیلی ہوئی ہے اور اس کا آخر بعد میں آنے والی موجوں کی خبر دے رہا ہے یہ مضمون کیسا ہے؟ اور اس میں کیا ہے؟ یہ تو ناظرین کرام خود ہی ملاحظہ فرمائیں یہاں میں اتنا ہی عرض کرسکتا ہوں کہ خود میں نے بھی حضرت مجدد قدس سرہ کو اس گرامی قدر مضمون کے مطالعہ کے بعد ہی کچھ پہچانا ہے۔

محترم مولانا نے اپنی تمہید میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے سمجھنے میں عام طور پر یہ خاص غلطی ہوئی ہے کہ جب ان کو دیکھنے کی کوشش کی گئی تو اس ماحول سے جدا کرکے انہیں دیکھا گیا جس میں ان کا وجود مسعود قدرت کی جانب سے سرزمین ہند کو عطا ہوا تھا، حالانکہ ان کو اور ان کی انقلاب آفریں مجاہدانہ مساعی کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس پرفتن و تاریک دور کا پورا نقشہ یعنی عہد اکبری اور دور جہاں گیری کی پوری تاریخ آنکھوں کے سامنے ہو۔

مولانا ممدوح کا ہم پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے خاص کوشش اور کافی محنت و جاں فشانی سے اس زمانے کا پورا نقشہ قلم بند کرکے پیش کردیا اور حضرت امام ربانیؒ کی معرفت اور ان کی سراپا ہدایت زندگی سے روشنی حاصل کرنے کی راہ کھول دی، بایں ہمہ اس کا افسوس ہے کہ آخری حصہ میں بہت ہی اجمال سے کام لیا گیا ہے اور جو باتیں بیسیوں بلکہ پچاسوں صفحات پر آنی تھیں ان کو دو چار ورق میں سمیٹ دیا گیا ہے اور یہ غالباً اس لیے کہ ممدوح کے پیش نظر ایک رسالہ کے صفحات کی محدود

www.shibliacademy.org

وسعت تھی جیسا کہ خود انہوں نے تصریح بھی فرما دی ہے، حالانکہ اگر محترم مولانا اس حصہ کو بھی بسط و تفصیل سے لکھتے تو ان کے مضمون کے لیے اس نمبر میں زائد سے زائد صفحات کا اضافہ کیا جا سکتا تھا لیکن شکر ہے کہ موصوف نے مضمون کے آخر میں بھی اور پھر ایک کرم نامے میں بھی وعدہ فرمایا ہے کہ وہ باقساط اس سلسلہ کی تکمیل فرمائیں گے اور حضرت مجدد قدس سرہ کے جہاد تجدید کے ہر ہر شعبہ پر تفصیلی روشنی ڈالیں گے، یہ سلسلہ انشاء اللہ تعالیٰ الفرقان میں کافی عرصے تک جاری رہے گا۔

مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی کے اس مضمون کے بعد مولانا ابو عبدالرحمن صاحب چشتی مچھلی شہری کا مضمون ہے۔ اس مین بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے متعلق معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ بالخصوص شروع میں مکتوبات شریف کے متعلق جو معلومات اس میں جمع کر دیے گئے ہیں وہ کسی دوسرے مضمون میں نہیں ہیں اور مجدد نمبر میں ان کا ہونا نہایت ضروری تھا۔

بعد ازاں مولوی سید محبوب الحسن صاحب رضوی دیوبندی کا مضمون ہے، اس میں بھی جامعیت کی شان پائی جاتی ہے۔ موصوف نے اس کو کافی تلاش اور محنت سے مرتب کیا ہے آخر میں حضرت مجددؒ کے ہدایت افروز ارشادات اس مضمون کے خاص اور لائق قدر تحفہ ہیں۔

اس کے بعد جناب مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی محرر خصوصی ماہنامہ قائد مراد آباد کا مضمون گرامی ہے اس میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی مجددیت پر تاریخی نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ آج ہندستان میں جو کچھ دینی سرسبزی نظر آ رہی ہے اس میں مجدد علیہ الرحمۃ کی مساعی کو کیا دخل ہے۔

اس کے بعد مولانا سید محب الحق صاحب محشر حسینی کا دوسرا مضمون ہے جس میں حضرت مجدد قدس سرہ کے اس ارشاد کی تشریح پیش کی گئی ہے کہ ''ذبح بقرہ ہندوستان از اعظم شعائر است'' اور بتلایا گیا ہے کہ مسلمانان ہند کی اسلامیت اور ذبیحہ گاؤ میں کیا رشتہ ہے۔

اس کے بعد جناب مولوی فاروق احمد صاحب ایم، اے کلکتہ کا ایک مضمون ہے جس میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے مختصر حالات لکھے گئے ہیں اور آخر میں آپ کی تصانیف کا بالاستیعاب ذکر کیا گیا ہے۔

اس کے بعد جناب پیرزادہ سید محمد سلیمان صاحب نقشبندی جالندھری کا ایک مضمون ہے

www.shibliacademy.org

جس میں دکھلایا گیا ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔

اس کے بعد میرا مضمون ہے میں نے چاہا تھا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے جہاد تجدید کے تمام شعبوں پر کچھ لکھوں اور بالاستیعاب لکھوں لیکن جب اس نظر سے مکتوبات شریف کا مطالعہ کیا اور اس کے لیے اقتباسات لیے تو اندازہ ہوا کہ اگر بالاستیعاب لکھا گیا۔تو کم از کم دوسو صفحات پر یہ مضمون آئے گا۔اس لیے بعض شعبے یکسر نکال دیے گئے اور جن پر لکھا بھی گیا ان پر بھی بہت کم، تاہم اس میں جو کچھ آ گیا ہے وہ بھی بجائے خود کافی ہے اگر حق تعالیٰ نے توفیق دی تو جو حصے اس وقت چھوڑ دیے گئے ہیں اور بھی دوسرے مستقل عنوانوں سے گاہ گاہ الفرقان ہی میں پیش ہوتے رہیں گے۔

سب سے آخر میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے خلفائے کبار کے متعلق مولانا نسیم احمد صاحب فریدی امروہوی کا مضمون ہے یہ مضمون بھی بہت زیادہ قابل قدر ہے اور بڑی محنت سے لکھا گیا ہے اور اگر یہ نہ ہوتا تو بیشک مجدد نمبر میں ایک بڑی کمی رہ جاتی۔

حصہ نظم

حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجدد نمبر کے لیے جہاں بہتر سے بہتر مضامین ملے وہیں نظمیں بھی بہت بلند حاصل ہوئیں، ایک نظم علامہ اقبال مرحوم کی ہے جو غالباً موصوف نے حضرتؒ کے مزار ہی پر پہنچ کر کہی ہے یہ بال جبرئیل سے ماخوذ ہے۔

ایک نظم مولوی سید انیس الدین احمد صاحب رضوی امروہوی (ایم،اے) کی ہے موصوف ایک ممتاز پایہ کے شاعر ہیں اور الفرقان میں یہ پہلی عنایت نہیں ہے اس سے پہلے بھی ان کی متعدد بلند پایہ نظمیں الفرقان کے صفحات کی زینت بن چکی ہیں۔

ایک نظم مولانا محمد داؤد صاحب پسروری کی ہے یہ ہم کو مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب نامی کے ذریعہ سے موصول ہوئی ہے۔

ایک فارسی نظم حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہجہانپوری کی ہے جو حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کی سیرت طیبہ پر اجمالی طور پر حاوی ہے ایک بلند پایہ فارسی نظم جناب مولانا سید عبدالرشید صاحب شہزاد پوری کی ہے جس کا لفظ لفظ عشق وشوق کے جذبات میں ڈوبا ہوا ہے۔

www.shibliacademy.org

ایک نظم جناب عبداللہ مجنون صاحب نقشبندی کی ہے اور نظم کیا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی سوختہ جگر عاشق کے دل کی صدا ہے جس کے لفظ لفظ میں سوز و گداز بھرا ہوا ہے۔

ایک نظم ۵۵ شعر کی جناب محشر حسینی صاحب کی ہے جس میں دور حاضر کے مسلمانوں کے درد کا علاج حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی روح مقدس سے دریافت کیا گیا ہے اور پھر اس کا بصیرت افروز جواب حضرت قدس سرہ کی طرف سے مسلمانوں کو سنایا گیا ہے۔

ان کے علاوہ شوقی اسعدی انبالوی، شہاب امروہوی، عصمت صاحب، جناب فریدی صاحب کی نظمیں ہیں اور سب ماشاء اللہ بلند اور پاکیزہ جذبات کی ترجمان ہیں۔

میرے برادر معظم جناب مولوی محمد حسن صاحب بدر سنبھلی اور جناب سید عبدالرب صاحب صوفی نے اس نمبر کے لیے تاریخیں لکھیں، جو آخر میں درج ہیں اور انہیں پر یہ نمبر ختم ہے۔ (الفرقان، بریلی، ج ۸، ۹، ۱۰۔ ۱۳۵۷ھ، ص ۷۔ ۱۲)

یہ نمبر اپنے تحقیقی معیار کی وجہ سے بہت مقبول ہوا۔ اور کتابی شکل میں آنے کی وجہ سے علمی کام کرنے والوں میں معروف ہوا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۲۸۷ ہے۔

تبیان (گوجرانوالہ)

تبیان گوجرانوالہ کے مضافات "دادوالی" سے پیر محمد بڈھا کی سرپرستی میں نکلتا تھا۔ اس رسالہ کی جلد کا شمارہ ۱۔ ۲ (مارچ اپریل ۱۹۵۴) مجدد الف ثانی نمبر کے طور پر شائع ہوا۔ اس پیش کش کے بارہ میں لکھا گیا "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ تبیان کے دوسرے سال کی ابتدا مجدد الف ثانی نمبر سے ہو رہی ہے اور ہم اس تاریخی علمی اور روحانی نمبر کو اس عظیم ہستی کے نام نامی سے منسوب کر رہے ہیں جسے اپنے اوصاف و کمالات کے لحاظ سے جملہ اولیائے امت پر فضیلت حاصل ہے۔ (تبیان ج ۲، شمارہ ۱۔ ۲، ۱۹۵۴، ص ۳)

اس رسالہ کے مندرجات پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ طبع زاد مضمون شامل کرنے کی بجائے مولانا ابوالکلام آزاد، محشر حسن بلیاوی، مولانا مودودی اور دیگر اہل علم کی کتب سے مضامین کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اسی طرح مختلف موضوعات پر مکتوبات امام ربانی سے اقتباسات نقل کیے ہیں، افتخار ضمیری، علامہ اقبال، صاحبزادہ فیض الحسن، شاہ عبدالغنی، فیض لدھیانوی کے منظوم کلام کو بھی اس

www.shibliacademy.org

رسالہ میں جگہ دی گئی۔ گویا اس رسالہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(ا) مقامات۔ (ب) منظومات۔ (ج) اقتباسات مکتوبات طیبات۔ اس شمارہ کے صفحات کی تعداد ۱۲۰ ہے۔

نور اسلام، شرق پور: شرق پور میں نقشبندی سلسلہ کی ایک عظیم خانقاہ ہے جس کی بنیاد میاں شیر محمد شرق پوری نے رکھی۔ اسی خانقاہ کے سجادہ نشین میاں جمیل احمد شرق پوری کی ادارت میں نکلنے والے نور اسلام کا حضرت مجدد پر خاص نمبر تین جلدوں اور گیارہ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ رسائل و جرائد کے شماروں میں سے یہ سب سے ضخیم شمارہ ہے، اس نمبر کے نکالنے کا فیصلہ ۲۳ رکنی کمیٹی نے ۲۷/ مارچ ۱۹۸۰ء کو کیا اس میں نمایاں ترین افراد میں ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی اور صوفی غلام سرور نقشبندی ہیں۔ اس کمیٹی نے موضوعات کا ایک خاکہ ترتیب دیا چونکہ اس خاکہ کے مضمون مکمل طور پر نہ لکھوائے جاسکے اور کئی ایسے ہیں کہ ان پر اب بھی کام ہونا باقی ہے اس لئے ذیل میں اس نمبر کا مجوزہ خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ایک مختصر اور جامع سوانحی خاکہ۔ ۲۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت خواجہ باقی باللہ کی تحریرات کی روشنی میں۔ ۳۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنی تحریرات کی روشنی میں۔ ۴۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے منابع فکر۔ ۵۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ علامہ اقبال کی نظر میں۔ ۶۔ حضرت امام ربانیؒ کے مشائخ کرام۔ ۷۔ حضرت امام ربانیؒ کے تلامذہ۔ ۸۔ حضرت امام ربانیؒ کے خلفاء۔ ۹۔ حضرت مجددؒ کی رُوحانی زندگی۔ ۱۰۔ حضرت مجدد کی اہم تعلیمات۔ ۱۱۔ حضرت مجددؒ کے تجدیدی کارنامے۔ ۱۲۔ حضرت مجددؒ اور عشق رسولؐ۔ ۱۳۔ مشاہدہ و مکاشفہ حضرت مجددؒ کی نظر میں۔ ۱۴۔ نبوت، ولایت، شہادت اور صدیقیت امام ربانی کی نظر میں۔ ۱۵۔ شریعت، طریقت اور حقیقت نگاہ مجدد میں۔ ۱۶۔ حضرت مجددؒ اور نظریہ قومیت کے مدارج۔ ۱۷۔ حضرت مجددؒ اور عہد اکبری۔ ۱۸۔ حضرت مجددؒ اور اورنگ زیب عالم گیر۔ ۱۹۔ حضرت مجددؒ اور بھگتی تحریک۔ ۲۰۔ حضرت مجددؒ اور دین الٰہی۔ ۲۱۔ حضرت امام ربانی اور نظام تبلیغ۔ ۲۲۔ امام ربانیؒ اور سرمایہ ملت کی نگہبانی۔ ۲۳۔ امام ربانیؒ اور دوقومی نظریہ۔ ۲۴۔ امام ربانیؒ اور سلسلہ نقشبندیہ۔ ۲۵۔ حضرت امام ربانیؒ اور اجتہاد۔ ۲۶۔ حضرت امام اعظمؒ نگاہ مجددؒ میں۔ ۲۷۔ حضرت شیخ

www.shibliacademy.org

عبدالقادر جیلانی، حضرت مجدد کی نظر میں ۔ ۲۸۔حضرت امام غزالی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ ۔ ۲۹۔حضرت مجددؒ کے تبلیغی خطوط ۔ ۳۰۔حضرت مجددؒ کے تبلیغی وفود۔ ۳۱۔حضرت مجدد کے سیاسی خطوط ۔ ۳۲۔حضرت مجدد اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے باہمی روابط ۔ ۳۳۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا فلسفہ وحدت الشہود۔ ۳۴۔فلسفہ وحدت الوجود اور وحدۃ الشہود کا فرق و امتیاز۔ ۳۵۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کی دینی اور علمی خدمات۔ ۳۶۔حضرت امام ربانیؒ کے سیاسی رجحانات۔ ۳۷۔آداب مشائخ حضرت مجدد کی تعلیمات کی روشنی میں۔ ۳۸۔رجال مکتوب، تاریخی آئینہ میں۔ ۳۹۔حضرت شاہ سکندر قادری۔ ۴۰۔شاہ فضل الرحمن برہان پوری۔ ۴۱۔شیخ عیسیٰ برہان پوری۔ ۴۲۔شیخ نظام الدین تھانیسری ۔ ۴۳۔خواجہ خاوند محمود لاہوری ۔ ۴۴۔ ملا عبدالحکیم سیال کوٹی ۔ ۴۵۔مولانا جمال لاہوری تلوی۔ ۴۶۔مکتوبات کی تدوین کا تحقیقی جائزہ۔ ۴۷۔مکتوبات امام ربانی کا علمی مقام ۔ ۴۸۔مکتوبات امام ربانی کے مضامین کا مختصر تعارف ۔ ۴۹۔اثبات النبوۃ کا تحقیقی جائزہ ۔ ۵۰۔مبدا و معاد کا تحقیقی جائزہ۔ ۵۱۔حضرت امام ربانیؒ کی تصانیف کا مختصر تعارف ۔ ۵۲۔معارف لدنیہ کا تحقیقی جائزہ۔ ۵۳۔حضرت مجدد الف ثانی پر لکھی گئی تصانیف کا مختصر تعارف۔ ۵۴۔رسالہ جذب وسلوک کا تحقیقی جائزہ ۔ ۵۵۔زبدۃ المقامات کا تحقیقی جائزہ ۔ ۵۶۔ حضرات القدس کا تحقیقی جائزہ ۔ ۵۷۔رسالہ تہلیلیہ کا تحقیقی جائزہ۔ ۵۸۔روضۃ القومیہ کا تحقیقی جائزہ۔ ۵۹۔حضرت مجددؒ اور تزک جہانگیری۔ ۶۰۔حضرت مجددؒ اور خان خاناں۔ ۶۱۔حضرت مجددؒ اور صدر جہاں۔ ۶۲۔سلسلہ نقشبندیہ کی برصغیر پاک و ہند میں اشاعت اور امام ربانی۔ ۶۳۔سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کے مختصر حالات۔ ۶۴۔سندھ میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگان دین۔ ۶۵۔بلوچستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگان دین۔ ۶۶۔پنجاب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگان دین ۔ ۶۷۔سرحد میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگان دین۔ ۶۸۔افغانستان میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگان دین ۔ ۶۹۔ترکی میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگان دین۔ ۷۰*سرہند کا مدرسہ حدیث اور اس کے اثرات۔ ۷۱۔حضرت مجدد الف ثانیؒ اور علامہ اقبال فکری اور ارتقائے ذات کا ایک مطالعہ۔ ۷۲۔خانوادۂ مجددیہ کی عربی ادب میں خدمات ۔ ۷۳۔حضرت مجددؒ کا اثر مابعد پر۔ ۷۴۔حضرت امام ربانیؒ پر معترضین کے

www.shibliacademy.org

اعتراضات کا جائزہ ۔ ۷۵۔حضرت امام ربانیؒ اور ان کے ناقدین ۔ ۷۶۔حضرت امام مجدد الفـــ ثانیؒ اور جدید ناقدین۔ ۷۷۔مکتوب امام ربانیؒ کا اشاریہ مضمون۔

یہ ایک خاکہ تھا جو مختلف اہل قلم کو روانہ کیا گیا وصول شدہ مضامین، جو شائع ہوئے ان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے میاں جمیل احمد شرق پوری لکھتے ہیں:

''پہلی جلد حضرت مجدد الف ثانی کے سوانح حیات، ان کی اولاد امجاد، مولد و مسکن اور مرکز تبلیغ، سرزمین سرہند کے ذکر پر مشتمل ہے۔ دوسری جلد میں علمی اور دینی گراں قدر کارناموں کا ذکر ہے۔ ان کی عظیم تصانیف پر تبصرہ ہے۔ مقام مجدد کو اجاگر کیا گیا ہے۔ دوقومی نظریے کے پیش کرنے اور اسلامی ملی تشخص کو ابھارنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس تنقید کا بھی ذکر ہے جو معاندین نے ان کے روشن چہرے کو داغدار صورت میں پیش کرنے کے لیے انجام دی ہے اور حضرت مجددؒ کے ان اوصاف حمیدہ اور فکری توانائیوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن سے ان کی شخصیت یوں نکھر کر سامنے آ گئی جیسے چاند کالی بدلیوں سے نکل کر پوری آب و تاب کے ساتھ دیکھنے والوں کو سکون و طمانیت بخشنے والی ٹھنڈی کرنوں سے محظوظ کرتا ہے۔

فاضل نوجوان سردار علی قادری نے حضرت مجدد الف ثانیؒ اور دوقومی نظریے، پس منظر، تحریک، اثرات کو بڑے مبسوط انداز میں پاکستان کے قیام تک مربوط پیش کیا ہے۔

نور اسلام، مجدد الف ثانی نمبر، جنوری و فروری ۱۹۸۸ء، ج ۱، ص ۷۔ ۸، اس شمارہ کے مقالہ نگاروں میں ملک کے ممتاز اہل قلم شامل ہیں۔ جن میں ڈاکٹر غلام مصطفی خاں، ڈاکٹر مسعود احمد، پروفیسر خورشید حسین بخاری، ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی اور پروفیسر اقبال مجددی شامل ہیں۔

تنظیم الاسلام (گوجرنوالہ): شارح مکتوبات امام ربانی علامہ محمد سعید احمد مجددی کی نگرانی میں اس رسالہ کا آغاز ہوا۔ ان کی وفات کے بعد بھی جاری ہے۔ ''مجدد الف ثانی نمبر'' ہی سے اس کا آغاز ہوا۔ اس کے اداریہ (بعنوان مطلع) میں علامہ محمد سعید مجددی نے اس نمبر کی غرض و غایت ان الفاظ میں بیان کی ''اور کون نہیں جانتا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی وہ آفتاب رشد و ہدایت ہیں کہ جس کی ضیاء پاشیوں اور جلوہ سامانیوں سے پوری کائنات جگمگا اٹھی، برصغیر پاک و ہند بلکہ پورے ایشیا میں جہاں کہیں، علم و عرفان کے اسرار اور عمل و ایقان کے انوار نظر آ رہے ہیں وہ سب

www.shibliacademy.org

انھی کے فیضان تجدید کے نتائج وثمرات ہیں، ہمیں پوری طرح احساس ہے کہ یہ نمبر ان کی عظمت وجلالت اور شان ولایت کے لائق ہرگز نہیں تاہم اظہار نسبت کا ایک طریقہ ضرور ہے"۔ (سہ ماہی تنظیم الاسلام، ۱۴۰۹ھ، ص ۸)

۱۰۰ صفحات پر مشتمل اس خاص نمبر میں علامہ سعید احمد مجددی کے علاوہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے مضامین شامل ہیں۔

انوار لاثانی (سیال کوٹ): جولائی اگست ۱۹۹۴ء کا شمارہ مجدد اعظم نمبر کے طور پر شائع ہوا اس نمبر کی اہم ترین خصوصیت غلام مصطفی مجددی کی ایک طویل نظم بعنوان "مجدد نامہ" ہے جناب غلام مصطفیٰ نے حضرت مجدد کے حالات اور دیگر تفصیلات کو نظام کی صورت میں بیان کیا ہے۔ حواشی میں بعض تفصیلات درج کی گئی ہیں۔

الطاہر (حیدر آباد): ۱۹۹۵ء/ ۱۴۱۶ھ میں الطاہر کا نواں شمارہ "حضرت مجدد الف ثانی نمبر" کے طور پر شائع ہوا۔ ۲۱۰ صفحات پر مشتمل اس شمارہ میں نئے مقالات شامل ہیں۔ چند اہم مقالات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت مجددؒ کے علمی و عملی کمالات اور طریقہ تجدید کا مرکزی نقطہ۔ ۲۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ناموس صحابہ۔ ۳۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تحریک کا تاریخی پس منظر۔ ۴۔ دین اکبری کے فتنے۔ ۵۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا طریقہ تجدید۔ ۶۔ وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان۔ ۷۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور مشاجرات صحابہؓ۔

منظوم کلام بھی اس شمارہ کا حصہ ہے۔ یہ رسالہ معروف نقشبندی صوفی محمد طاہر کی نگرانی میں حیدر آباد پاکستان سے شائع ہوتا ہے۔

السیف الصارم (لاہور): ۱۹۹۷ء میں اس رسالہ کا خصوصی نمبر شائع ہوا۔ رسالہ کے مدیر محمد شہزاد مجددی تھے، اس میں شائع ہونے والے مقالات اعلیٰ تحقیقی معیار کے نہ تھے۔ لیکن اپنے حلقۂ ارادات میں شامل لوگوں کی اصلاح اور معلومات کے حوالے سے اہم تھے۔ سلسلہ مجددیہ سیفیہ کا بہرصورت یہ خراج عقیدت تھا حضرت مجدد کی خدمات کو۔ رسالہ کے صفحات کی تعداد ۱۵۲ ہے۔

مجلہ یادگار مجدد (کراچی): یہ مجلہ دراصل کراچی میں ہونے والی مجدد الف ثانی کانفرنس کے

www.shibliacademy.org

مقالات کی اشاعت کے لیے شروع کیا گیا۔اس کا شمارہ سالانہ شائع ہوتا پہلا شمارہ ۲۰۰۲ء/ ۱۴۲۲ھ میں شائع ہوا، جبکہ نواں اور دسواں شمارہ ۲۰۱۱ء میں شائع ہوا۔اس شمارہ پر صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد کا نام بطور مدیر درج ہے۔اسی طرح گیارھویں شمارہ میں ہے جبکہ بقیہ شماروں پر مرتبین کی فہرست میں درج ذیل نام شامل ہیں:

مولانا جاوید اقبال مظہری، ڈاکٹر سید عدنان خورشید سعودی، مولانا محمد یونس باڑی۔حضرت مجدد الف ثانیؒ پر شائع ہونے والے ان خصوصی شماروں کے عموماً تین حصے ہیں ایک حصہ میں مختلف صاحبان علم ودانش کے پیغامات ہیں۔دوسرے حصہ میں پچھلی کانفرنس یا کسی اور جگہ ہونے والی مجدد الف ثانی کانفرنس کی روداد اور تیسرے حصہ میں کراچی کانفرنس میں پڑھے جانے والے علمی مقالات ہیں۔مختلف مواقع کی کانفرنسوں کے چند اہم مقالات اور پیش کنندگان کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت شیخ احمد سرہندی اور عقیدۂ توحید: پروفیسر سید مقصود علی محمودی۔(۲) سلطنت مغلیہ پر حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیم وتبلیغ کے حیرت انگیز اثرات: ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔(۳) حضرت مجدد الف ثانی اور دوقومی نظریے: علامہ رضوان احمد نقشبندی۔(۴) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کی اہمیت: ڈاکٹر محمد انصار احمد۔(۴) عہد جدید میں حضرت مجدد الف ثانی پر تحقیقی کام کا جائزہ: ابوالسرور محمد مسرور احمد (شمارہ:۱)۔(٦) اتباع سنت، مکتوبات کی روشنی میں: ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔(۷) حضرت مجدد الف ثانی اور صحابہ کرام: علامہ رضوان احمد خاں۔(۸) تعلیمات امام ربانی کے عہد جہانگیری میں اثرات: ڈاکٹر مجید اللہ قادری (شمارہ:۲)۔(۹) حضرت امام ربانی اور وحدۃ الشھود: حافظ سید مقصود علی۔(۱۰) حضرت مجدد الف ثانی پر کام کے آغاز اور کام کی رفتار کا سرسری جائزہ: ابوالسرور محمد مسرور احمد (شمارہ:۳)۔(۱۱) حضرت مجدد الف ثانی اور مسلک اہلسنت: پروفیسر نثار احمد جان۔(۱۲) مکتوبات امام ربانی کا عربی ترجمہ: علامہ محمد ذاکر اللہ نقشبندی (شمارہ:۴)۔(۱۳) حضرت امام ربانی کے پیر طریقت خواجہ باقی باللہ: ڈاکٹر حافظ عبدالباری صدیقی۔(۱۴) دور حاضر کو درپیش چیلنجز اور ان کا مقابلہ حضرت مجدد الف ثانی کی دعوت حق اور طرز تبلیغ کی روشنی میں: پروفیسر محمد عامر بیگ۔(۱۵) مکتوبات خواجہ محمد معصوم بنام اورنگ زیب عالم گیر: جاوید اقبال مظہری (شمارہ:٦)۔(١٦) اجتھادات امام ربانی مجدد الف ثانی: پروفیسر غلام مصطفی مجددی۔(۱۷) لاہور کے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ: صوفی محمد عبدالستار طاہر مسعودی۔(۱۸) مستحقین کے لیے اعیان

www.shibliacademy.org

مملکت کے نام سفارشات: قاری محمد رفیق (شمارہ:۷)۔(۱۹) حضرت مجدد کا نظریہ جہاد: پیر نثار احمد جان سرہندی۔(۲۰) شیخ سلطان تھانیسری کی جلاوطنی اور شہادت: پروفیسر محمد اقبال مجددی (شمارہ:۸)۔(۲۱) فتاوی رضویہ میں اذکار مجدد الف ثانی: ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی۔(۲۲) تکفیر مسلم میں حضرت مجدد کی کمال احتیاط: پروفیسر نثار احمد جان (شمارہ ۹۔۱۰)۔(۲۳) مجدد الف ثانی اور محبت اہل بیتؓ: ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی۔(۲۴) حضرت مجدد بحیثیت مشفق والد: صاحبزادہ احمد بلال مجددی (شمارہ:۱۱)۔

ان شماروں میں بلاشبہ ایسے مضامین زیر بحث آئے جن پر مزید تحقیق ہوسکتی ہے۔حضرت امام ربانی پر ہونے والے کام کی فہرست بھی ان گیارہ شماروں سے مرتب کی جاسکتی ہے۔اگر پیغامات کا حصہ نہ بھی شامل ہوتا تو اس کی علمی افادیت میں کوئی فرق نہ پڑتا۔بعض مقالات غیر تحقیقی بھی آگئے ہیں۔اور کئی مقالہ نگاروں نے حوالہ جات کا اہتمام بھی نہیں کیا۔ایک ہی عنوان سے ہر سال مقالہ شامل کرنا بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

مجلہ معارف اولیاء (لاہور): محکمہ مذہبی امور و اوقاف پنجاب کا نمایندہ رسالہ ہے۔اس کی جلد ۶ کا شمارہ نمبر ۴، حضرت مجدد الف ثانی نمبر ہے۔اس رسالہ کے مدیر اعلیٰ ڈاکٹر طاہر رضا بخاری ہیں، زیر نظر شمارہ کے لیے جن لوگوں نے تگ و دو کی ان میں صوفی غلام سرور مجددی (م:۲۰۰۹ء) نمایاں ہیں۔اس شمارہ کے اداریہ میں مدیر اعلیٰ لکھتے ہیں:"زیر نظر شمارہ حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندیؒ کے افکار و احوال سے مزین ہے۔حضرت اقبال نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو"سرمایہ ملت اسلامیہ کا نگہبان" اور محافظ قرار دیا ہے۔حضرت مجدد الف ثانی ملت اسلامیہ کے نگہبان و محافظ ہونے کے ساتھ ساتھ ملت کا اثاثہ و سرمایہ بھی ہیں۔ (معارف اولیاء، جلد ۶، شمارہ ۴، دسمبر ۲۰۰۸، ص:۶)

اس شمارہ میں کل دس مقالات ہیں جن میں آٹھ اردو اور عربی و انگریزی میں ایک ایک مقالہ ہے جبکہ پندرہ شعراء کے منظوم نذرانہ ہائے عقیدت اس کے علاوہ ہیں، مقالات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) حضرت مجدد بحیثیت فقیہ اسلام: مفتی محمد صدیق ہزاروی۔(۲) حضرت مجدد کی تحریک احیاء دین: پروفیسر محمد اقبال مجددی۔(۳) حضرت مجدد الف ثانی کا نظریہ تصوف: ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی۔(۴) مجدد الف ثانی، محی الدین ابن عربی اور علامہ محمد اقبال میں مختصر تقابلی جائزہ: مرزا محمد اسلم۔(۵) امام ربانی کی تعلیمات تصوف: صاحبزادہ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن۔(۶) اقبال۔مجدد الف ثانی کے حضور

www.shibliacademy.org

میں: ڈاکٹر ظہور احمد اظہر۔ (۷) عہد اکبری میں اسلام کی زبوں حالی اور حضرت مجدد الف ثانی کا تجدیدی و فکری کردار: ڈاکٹر محمد حسین آزاد القادری۔ (۸) حضرت مجدد الف ثانی بحیثیت محدث: ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس۔ (۹) دراسۃ و تحقیق المکاتیب الامام احمد السرھندی: ڈاکٹر افتخار احمد خاں۔ (۱۰) Al-Jannat Al-Thamaniyyah: شعراء کے منظوم کلام کو ڈاکٹر محمد سلطان شاہ نے جمع کیا ہے۔

زیر نظر شمارہ کے مقالہ نگاروں کا تعلق پاکستان کی معروف جامعات سے ہے اس لیے عمومی طور پر اسلوب تحقیقی تقاضا کو پورا کرتا ہے۔ اکثر مقالات نے اس شمارہ کے لیے خصوصی طور پر لکھے گئے مگر بعض پہلے سے شائع شدہ، میں یا کسی کتاب سے لیے گئے ہیں صفحات کی تعداد ۱۶۰ ہے۔

المظہر (کراچی): کراچی سے ابوالسرور مسرور احمد کی سرپرستی میں یہ رسالہ شائع ہوتا ہے۔ جس کے مدیر مولانا جاوید اقبال مظہری ہیں۔ اس کے دو شمارے ۹۶ اور ۱۰۸ بالترتیب ۲۰۱۰ء اور ۲۰۱۱ میں امام ربانی نمبر کے طور پر شائع ہوئے مگر کم وبیش ان میں شامل تمام مضامین پہلے چھپ چکے ہیں۔ نئے مضامین نہ ہونے کے برابر ہیں۔ چونکہ یہ رسالہ حلقہ مسعودیہ کا نمائندہ ہے اور اس حلقہ میں جہاں امام ربانی جیسا وقیع کام موجود ہے اس لیے غالباً المظہر میں کوئی اعلیٰ درجہ کے تحقیقی مضامین کے لیے اہتمام نہیں کیا گیا۔ صفحات کی تعداد ۱۴۰ اور ۴۸ ہے۔

قابل ذکر یہ بھی ہے کہ المظہر ہی کا شمارہ ۸۶ بھی امام ربانی نمبر کے طور پر شائع ہوا تھا، اس کے صفحات ۶۴ تھے اور اس کے مضامین کا علمی معیار درج بالا دونوں شماروں سے بہتر تھا۔

خصوصی شماروں کے اس جائزہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجدد نمبر سب سے پہلے الفرقان بریلی سے نکلا اور سب سے ضخیم نمبر نور اللہ کا تھا۔ نور اسلام کا نمبر اپنے مقالات کے موضوعات میں تنوع کی وجہ سے نئے محققوں کے لیے چراغ راہ ثابت ہوا۔

بزم صوفیہ

سید صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم

اس میں عہد تیموری سے پہلے کے صوفیہ کرام حضرت شیخ ابوالحسن ہجویری، خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ بختیار کاکی، قاضی حمید الدین ناگوری، خواجہ نظام الدین اولیا، ابوعلی قلندر پانی پتی، خواجہ گیسو دراز وغیرہ کے مستند حالات اور تعلیمات کا تذکرہ ہے۔ قیمت = /۳۵۰

www.shibliacademy.org

سلسلۂ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کے معروف صوفیائے کرام اور ان کی علمی وادبی خدمات

ڈاکٹر راہی فدائی

حضرت سلطان القلم خواجہ بندہ نوازؒ گیسو دراز قدس سرہ (ولادت ۲۱/۷۲۰ھ مطابق ۱۳۲۱ء۔وصال: ۸۲۵ھ مطابق ۱۴۲۱ء) کے سلسلۂ چشتیہ کا یہ خصوصی امتیاز ہے کہ اس کے خلفا واولیا دل کے غنی اور قلم کے دھنی رہے ہیں۔ یہ وصف خاص سلسلۂ بندہ نواز میں تا حال جاری وساری ہے اور انشاء اللہ تا قیامت باقی رہے گا۔راقم الحروف کی تحقیق میں برصغیر کے تمام سلاسل صوفیہ میں اس نعمتِ عظمیٰ سے بہرہ ور ہونے کی سعادت صرف سلسلۂ بندہ نواز کے مقدر کا حصہ بنی ہے۔یہی وہ بابرکت سلسلہ ہے جس کے بزرگان دین نے قوم وملت کی رشد وہدایت کے لیے نہ صرف حصولِ علم کے دونوں شعبوں تقریر وتحریر کو یکجا کیا بلکہ علوم ومعارف کی تفہیم وتدریس کا بھی مستقل اہتمام فرمایا۔ خصوصاً بندہ نوازی سلسلۂ عالیہ کے موسس وبانی حضرت گیسو دراز بندہ نواز ابوالفتح خواجہ سید شاہ محمد حسینی بن قدوۃ السالکین وزبدۃ العارفین حضرت سید شاہ یوسف حسینی راجا المعروف بہ راجو قتّال (م ۷۳۱ھ) خلیفۂ اجل حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی قدس سرہ (م ۷۵۷ھ) نے اپنی ایک سو پانچ سالہ طویل حیات میں تلقین وتقریر کے جواہر بکھیرنے کے ساتھ ہی عربی، فارسی اور اردو میں بقول ان کے خادم خاص حضرت مولانا شاہ محمد علی سامانیؒ مصنف سیر محمدی (مرقومہ ۸۳۱ھ) ''ایک سو پانچ کتب ورسائل بھی تصنیف فرمائیں''۔اس عظیم الشان ذخیرۂ کتب میں سے نموناً بعض تصانیف کا ذکر یہاں بے جانہ ہوگا۔(۱) تفسیر الملتقط (عربی) صوفیانہ طرز پر تحریر کردہ قرآن کریم کی تفسیر جس کا واحد مخطوطہ انڈیا آفس، لندن میں ہے۔(۲) حواشی تفسیر کشاف (عربی) علامہ زمخشری کی

بنگلور۔

www.shibliacademy.org

ضخیم تفسیر پر تحریر کردہ حواشی۔(۳) شرح مشارق (عربی) حدیث کی مشہور کتاب ''مشارق الانوار'' کی شرح۔(۴) معارف العوارف (عربی) حضرت سید شہاب الدین سہروردیؒ کی بلند پایہ تصنیف ''عوارف المعارف'' کی تقریباً گیارہ سو صفحات پر مشتمل مبسوط شرح جس کا واحد نسخہ ٹونک کے کتب خانے کی زینت ہے۔(۵) شرح فصوص الحکم (عربی) حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کی شاہکار تصنیف کی بے نظیر شرح۔(۶) شرح تمہیدات (عربی) حضرت ابوالمعالی عبداللہ المعروف بہ عین القضاۃ ہمدانی کی موقر تصنیف کی لاجواب شرح۔(۷) شرح آداب المریدین (فارسی) حضرت شیخ ضیاء الدین عبدالقاہر سہروردیؒ کی کتاب ''آداب المریدین'' کی شرح۔(۸) رسالۂ سیر النبیؐ (فارسی)۔(۹) اسماء الاسرار (فارسی) حقائق و رموز تصوف پر مشتمل اعلیٰ معیاری تصنیف جس کی ستائش خود مصنف نے کی ہے۔(۱۰) انیس العشاق (فارسی دیوان) جس میں جملہ ۳۲۷ غزلیں، ۲۶/ اشعار کی مثنوی، ۹/ رباعیات شامل ہیں، اس وقیع دیوان کو ان کے پوتے حضرت خواجہ سید یداللہ حسین عرف خواجہ قبول اللہ چشتی ابن حضرت خواجہ سید محمد اصغر حسینی چشتی نے مرتب کیا تھا۔(۱۱) شکار نامہ (دکنی نثر)۔(۱۲) رسالۂ سہ پارہ (دکنی نثر)۔(۱۳) ہدایت نامہ (دکنی نثر)۔(۱۴) تمثیل نامہ (دکنی نثر)۔(۱۵) حقیقت گیت (دکنی نظم)۔(۱۶) چکی نامہ (دکنی نظم)۔(۱۷) سہاگن نامہ (دکنی نظم) حضرت بندہ نوازؒ کو عربی، فارسی اور دکنی کے علاوہ سنسکرت زبان میں بھی بڑی حد تک درک تھا۔ بقول پروفیسر نثار احمد فاروقی:

> ''خواجہ صاحب کی اکثر تصانیف فارسی میں اور بعض عربی میں ہیں، ان کے علاوہ آپ کا ہندوی (دکنی) کلام بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہندوستانی زبان اور محاورے سے آپ پوری طرح واقف تھے اور ''جوامع الکلم'' سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے کسی قدر سنسکرت بھی پڑھی تھی اور اس کی بعض کتابوں کا مطالعہ بھی کیا تھا۔''(۱)

حضرت خواجہ بندہ نوازؒ علوم شرائع اور رموز و حقائق کے جامع تھے، جیسا کہ تصنیفات سے واضح ہے، علاوہ ازیں ان کی ذات والا صفات اولیائے عارفین و صوفیائے کاملین کے درمیان ان معنوں میں ممتاز و منفرد تھی کہ سلطان فیروز شاہ بہمنی (۸۰۰ تا ۸۲۶ھ) کی درخواست پر ۸۰۱ھ میں

www.shibliacademy.org

دہلی سے گلبرگہ تشریف آوری، شمال وجنوب کے درمیان مضبوط و مستحکم دینی، علمی، لسانی اور ادبی روابط و تعلقات کی اساس بنی، جس کے مثبت نتائج وخوش گوار اثرات صدیوں بعد بھی موجود ہیں۔ چنانچہ ان کی کتابوں سے استفادہ کا عمل تا حال جاری ہے اور وہ زبان اردو کے اولین شاعر کی حیثیت سے ادبی دنیا میں مسلم ہیں۔ یہاں بطور مثال چند مثلث پیش کیے جا رہے ہیں:

او معشوق بے مثال ہے نور نبیؐ نپایا
نور نبیؐ رسول کا میرے جیو میں بھایا
اپس کو اپیں دکھانے کیسی آرسی لایا
کل شئی محیط ہے اسی کوں پچھانے
جو کوئی عاشق اس پیو کے اسے جیو میں جانے
اسے دیکھت گم ہو رہے ہیں جیسی ہیں دیوانے

کھڑے کھڑے پیو جیو میں ایسی آپ دکھاوے
ایسے میٹھے معشوق کوں کوئی کیوں دیکھ پاوے
جسے دیکھے اسے کوئی نہ بھاوے

خواجہ نصیرالدین چنے سائباں پیو بتائے
جیو کا گھونگھٹ کھول کر پیا مکھ آپ دکھائے
آکھے سید محمد حسینی پیو سنگھ کہیا نہ جائے (۲)

راہ طریقت میں عموماً اہل تصوف کا یہ مزاج رہا ہے کہ وہ ہمیشہ حقوق العباد پر بہ صمیم قلب گامزن رہے ہیں۔ خصوصاً سلسلۂ چشتیہ کے نصاب میں خدمت خلق کو اولیت حاصل ہے، جیسا کہ کہا گیا:

طریقت بجز خدمت خلق نیست
نہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

یہی وجہ ہے کہ مختلف اعتقادات کے حاملین اور متضاد طبقات کے متعلقین ان آسودۂ خاک

www.shibliacademy.org

بزرگوں کی بارگاہوں میں حاضر ہونے کو سعادت تصور کرتے ہیں اور ان نفوس قدسیہ سے اپنی استعداد کے مطابق ظاہری و باطنی فیضان بہ فضل رب پاتے ہیں۔اس ضمن میں راقم الحروف کا ایک چشم دید واقعہ قابل ذکر ہے۔ایک مرتبہ راقم نے اپنے استاذ و مرشد شیخ التفسیر حضرت علامہ سید شاہ عبدالجبار باقوی نیشاپوریؒ (م ۲۰۰۳ء) جن کی تدریسی خدمات ام المدارس مدرسۂ باقیات صالحات ویلور (تمل ناڈو) میں نصف صدی پر محیط ہیں، کے ہمراہ گلبرگہ شریف پہنچ کر خواجہ بندہ نوازؒ کی درگاہ میں حاضری دی، راقم کے ساتھ مولانا مولوی محمد یحییٰ باقوی بھی تھے، ہم دونوں فاتحہ و دعا سے فارغ ہوکر باہر صحن میں حضرت شاہ صاحب قبلہ کا انتظار کرنے لگے، حضرت والا بہت دیر بعد پسینے میں شرابور تشریف لائے مگر ان کے چہرے پر بہجت و مسرت کا عکس جمیل نمایاں تھا اور نورانیت کے جلوے ان کی خندہ پیشانی پر رقص کناں تھے۔پھر ہم درگاہ شریف کی مسجد میں آبیٹھے، راقم نے بڑے ادب و احترام کے ساتھ حضرت شاہ صاحب قبلہ سے تاخیر کی وجہ دریافت کی تو حضرت والا نے کچھ توقف کے بعد فرمایا کہ میں وہاں مراقب تھا، خواجہ بندہ نوازؒ کی توجہات اپنی طرف نہ پاکر بے حد حیران و پریشان ہوگیا، اسی عالم اضطراب میں تھوڑا وقت گذرا پھر اچانک حضرت بندہ نواز قدس سرہ کی جانب سے سلام کا جواب ملا۔

الغرض حضرت بندہ نوازؒ کی خدمات دینی، علمی اور ادبی اعتبار سے ناقابل فراموش ہیں۔ انہی کارناموں کے سبب سلسلۂ چشتیہ کو فروغ حاصل ہوا۔اس سلسلہ کے چند اکابر کے احوال پیش کیے جاتے ہیں:

شاہ میراں جی شمس العشاق: اسم گرامی سید امیر الدین بیجاپوری، عرفیت شاہ میرانجی اور لقب شمس العشاق ہے اور ذات اقدس سلسلۂ بندہ نواز کی اہم مضبوط بڑی اور ایک زرین حلقے کی حیثیت رکھتی ہے، ولادت تقریباً ۸۶۶ھ مطابق ۱۴۶۱ء میں بہ مقام مکہ مکرمہ ہوئی، والد کا اسم گرامی سید حاجی شریف دوام الدین بن سید علی مکی تھا، والدہ ہندوستان کے چغتائی خاندان کی ایک معزز خاتون تھیں، حضرت شمس العشاق جوانی کے عالم میں جبکہ ان کی عمر ۲۲ سال تھی، بہ توفیق الٰہی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچے، مدینہ میں قیام بارہ سال تین ماہ اور پانچ دن تھا جیسا کہ اپنی مختصر خودنوشت تحریر میں بیان کیا ہے۔(۳) روز و شب کی ساعتیں حضور پرُنور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں ہی گزرتی تھیں، وہ

www.shibliacademy.org

سوتے ہوئے کبھی روضہ اقدس کی طرف پشت نہیں کی تا کہ کہیں سوئے ادب کا اندیشہ لاحق نہ ہوجائے۔قیام مدینہ طیبہ کے زمانے میں انہوں نے بارہ حج کیے،ایک روز شب جمعہ کے موقع پر عالم رویا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا،آنحضورؐ نے انہیں ہندوستان جانے اور شاہ کمال الدین بیابانیؒ کی خدمت میں رہنے کی ہدایت فرمائی۔شاہ کمال الدین بیابانی حضرت شاہ جمال الدین مغربی (م ۸۲۰ھ مطابق ۱۴۱۷ء) کے خلیفہ ومجاز تھے اور شاہ مغربی کا شمار خواجہ بندہ نوازؒ کے ممتاز خلفا میں ہوتا تھا۔حضرت شمس العشاق بہ حکم نبوی سلطان عادل شاہ اول کے عہد حکومت (۹۶۵ھ/ ۱۵۵۷ء تا ۹۸۸ھ/ ۵۸۰ء) میں بیجاپور تشریف لائے اور حضرت شاہ کمال الدین بیابانی کی خدمت میں رہ گئے۔شاہ بیابانی نے تمام منازل سلوک طے کرانے کے بعد سلسلۂ چشتیہ میں اجازت وخلافت سے سرفراز کرتے ہوئے حکم صادر فرمایا کہ مقام ''بھنگار'' میں جا کر نکاح کرو،جس سے ایک فرزند ''برہان'' تولد ہوگا اور وہ قطب الاقطاب ہوگا۔شاہ معظم بیجاپوری مرید حضرت امین الدین اعلی نے اپنی مثنوی ''شجرۃ الاتقیاء'' میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔

قبول شرع کد خدائی کرو — کبتک کام سوں اب جدائی کرو
ترت ایک فرزند اب ہووے گا — بڑا قطب اقطاب وہ ہووے گا
لیکھا لوح پر نام برہان ہے — ملائک کتے ظلِ سبحان ہے
اسے راز مکشوف ہوگا تمام — پرستش کرے گا اسے خاص وعام (۴)

چنانچہ شمس العشاق نے حکم مرشد کی تعمیل میں حضرت بندہ نواز کی طرح چالیس سال کی عمر میں شادی کی،اس دوران انہوں نے مقامی بولی اور عوامی زبان (دکنی) بھی خوب سیکھ لی۔جب ان کے علم وعرفان اور زہد وتقویٰ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تو اس سے متاثر ہوکر لوگ جوق درجوق رشد وہدایت حاصل کرنے اور پند ونصیحت سننے کے لیے جمع ہونے لگے۔نتیجتاً محبین ومعتقدین کا حلقہ کافی وسیع ہوگیا،باوجود عبادات اور اوراد ووظائف کے اشاعت اسلام اور ترویج احکام میں شب و روز مشغول رہتے اور عوام وخواص کی ہدایت ورہنمائی میں ہمہ تن مصروف ہوجاتے،اس تمام عرصہ میں وہ بیجاپور کے قریب واقع علاقہ شاہ پور کے ایک ٹیلے پر قیام پذیر رہے اور وہیں ۹۷۰ھ م ۱۵۶۲ء میں واصل بحق ہوگئے۔وصال کے وقت عمر ایک سو چار سال تھی۔شاہ معظم نے اپنے ایک شعر میں رحلت

www.shibliacademy.org

کے وقت عمر شریف کی اطلاع دی ہے۔

اربع پوسوں سال ماہے کوں شوال ہے رحلت کیے اس حال ہے جسے کچھ حکم الٰہی کا (۵)

حضرت میراں جی شمس العشاق علوم ظاہری کے عالم و فاضل اور علوم باطنی کے ماہر و کامل بزرگ تھے، بقول ڈاکٹر مولوی عبدالحق :

"حضرت میراں جی اگر چہ بہت بڑے عالم تھے مگر وہ اکثر طلبہ کے درس اور عام تلقین میں اس زبان سے کام لیتے تھے جو اس وقت ہندی کہلاتی تھی اور جسے ہم ابتدائی اردو کہتے ہیں۔ وہ اس زبان کے شاعر بھی تھے، چنانچہ اس زبان میں ان کے نظم و نثر کا کلام اب تک موجود ہے۔" (۶)

تصنیفات میں: ۱۔خوش نامہ (نظم)۔ ۲۔خوش نغز (نظم)۔ ۳۔شہادت الحقیقت (نظم)۔ ۴۔مغز مرغوب (نظم)۔ ۵۔چہار شہادت (نظم) وغیرہ کتابیں علم تصوف میں کتب ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مذکورہ رسائل سے چند شعر ملاحظہ ہوں:

اللہ محمد علی امام دایم ان سوں حال سب خاصوں اللہ اللہ تو آکھوں گیان کمال

جے ہماری ارادت کی ان کا یہ احکام نماز، تسبیح، نیتیاں، ذکر اللہ یک نام

بالی بھولی جیو جھوالی محبت کرا نور پرم پیاری سات سنگھاتی تلنا ہووے دور (۷)

حاصل کلام یہ کہ حضرت میراں جی شمس العشاق نے اپنی طویل حیات مستعار میں شریعت وطریقت کی تفہیم و تشریح کے لیے ایک نیا دلکش اسلوب اپنایا، جس سے چشتیہ طریقہ سے استفادے کی راہ آسان ہوگئی اور اہل تصوف کے ارشاد و احسان کی دعوت کو تقویت پہنچی۔

حضرت سید شاہ برہان الدین جانمؔ: اسم گرامی سید برہان الدین اور تخلص جانمؔ ہے۔ جانم تخلص کے متعلق ڈاکٹر محمد جمال شریف نے یہ توجیہ پیش کی کہ "شاید والد نے محبت اور پیار کی وجہ سے "جانم" کہہ کر پکارا جو نام کا جز بن گیا اور اس کو انہوں نے تخلص کے طور پر بھی استعمال کیا (۸)۔

حضرت جانم اپنے والد خواجہ میراں جی شمس العشاق بن حضرت حاجی شریف دوام الدین کے جانشین وخلیفہ تھے، والد ماجد انہیں ابتدائی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرتے ہوئے پندرہ سال کی عمر میں بیعت سے مشرف کیا اور پھر حکم دیا کہ سفر پر نکلنے کے لیے کمر بستہ ہو جائیں تا کہ مختلف اساتذہ و شیوخ

www.shibliacademy.org

سے استفادے کا موقع نکل آئے۔ چنانچہ تعمیل حکم میں حضرت جانمؒ نے کم عمری میں وطن کو خیر باد کہا۔ تین سال بعد وطن واپس آئے تو والد بزرگوار حضرت شمس العشاق نے بڑی محبت اور خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا، سینے سے لگایا اور تھوڑی سی مدت میں ان کو مزید حقائق و معارف اور تصوف کے دیگر رموز و لطائف سے مستفیض فرما کر اپنے دست حق پرست سے خرقۂ خلافت پہنایا۔ ان کی عمر تقریباً بیس بائیس سال تھی کہ والد اس دار فانی سے ۹۷۰ھ/ ۹۷۲ھ میں رحلت فرما گئے۔(۹)

حضرت برہان الدین جانمؒ ایک بلند پایہ عالم اور قطب وقت تھے، انہوں نے اپنے والد کی تربیتی و اصلاحی تحریک کو بہت آگے بڑھایا اور اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ ہزاروں کی اصلاح فرمائی، معتقدین و مسترشدین کی تعداد بہت زیادہ تھی جیسا کہ شاہ معظم بیجاپوری نے اپنی مثنوی میں بیان کیا ہے۔

مریداں اتھے شاہ کے بے شمار فقیراں اتھے شاہ کے کئی ہزار

خلفا میں وقت کے جید علما اور اعلیٰ مقام صوفیہ شامل تھے جن میں شیخ محمود خوش دہاں، شاہ غلام محمود داول، شاہ خداوند، شیخ خان میاں، شاہ محمد اسحاق، شاہ رن سنگار خان اور قاضی بحر الدین کے اسمائے گرامی تاریخ کے صفحات پر درج ہیں (۱۰)۔ حضرت جانمؒ نے نہ صرف اصلاح امت اور اشاعت سنت کے ذریعہ اپنے بزرگوں کی روایت کو زندہ رکھا بلکہ رشد و ہدایت کے لیے اپنی تصنیفات میں ایسا اسلوب اختیار کیا جو سادہ اور عام فہم ہے اور دلکش و دلچسپ بھی، ان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں قرآن و حدیث سے دلائل فراہم کرنے کے ساتھ دیگر مذاہب کی فلسفیانہ اصطلاحوں کو بھی اسلامی عقائد کی تفہیم کا وسیلہ بنایا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہندو مذہب کے ویدانت سے اچھی طرح واقف تھے اور سنسکرت زبان میں بھی کافی درک رکھتے تھے۔ ان کی گراں قدر تصنیف ''کلمۃ الحقائق'' کا تجزیاتی مطالعہ کرتے ہوئے ماہر دکنیات ڈاکٹر محمد علی اثر نے رقم کیا ہے۔

> ''کلمۃ الحقائق میں تصوف و عرفان کے دقیق مسائل سیدھی سادی زبان اور عام فہم الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں، مثلاً خدا کی ذات و صفات، ابتدا و انتہا، تقدیر و تدبیر، فنا و بقا اور دوسرے متصوفانہ مسائل پر سوال و جواب کی شکل میں روشنی

www.shibliacademy.org

ڈالی گئی ہے، برہان الدین جانم نے اس میں جگہ جگہ آیات قرآنی اور احادیث بھی نقل کی ہیں اور مطالب کی تشریح کے سلسلہ میں مشہور صوفیہ مولانا رومی اور ابوبکر شبلی کے اقوال بھی درج کیے ہیں اور کہیں کہیں سنسکرت اور ہندی الفاظ بھی استعمال کیے ہیں اور ہندو فلسفے کی اصطلاحوں کو اسلامی فلسفے سے ملانے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔"(۱۱)

"کلمۃ الحقائق" کا ادبی امتیاز یہ ہے کہ دکنی ادب کے ماہرین وناقدین نے اسے دکنی نثر کا اولین ومستند رسالہ تسلیم کیا ہے کہ جس کا مصنف معروف اور کسی بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے(۱۲)۔"

کلمۃ الحقائق کے علاوہ نثری رسائل حسب ذیل ہیں: ۱۔مقصود ابتدائی۔ ۲۔مجموعۃ الاشیاء۔ ۳۔رسالۂ وجودیہ۔ ۴۔ارشاد نامہ نثر۔ منظوم کتابوں میں۔ ۱۔ارشاد نامہ منظوم۔ ۲۔حجۃ البقاء۔ ۳۔وصیۃ الہادی۔ ۴۔سکھ سھیلا۔ ۵۔پنج گنج۔ ۶۔عرفان از دیوان۔(۱۳)

اس مقام پر منظومات سے چند شعر دیے جارہے ہیں تاکہ ان کی شاعری کا رنگ اور آہنگ معلوم ہو۔

پہلے اس پر لیاو ایمان اللہ کرے سو ہوئے جان
قدیم القدیم آچھے وہ بعد از رچنا رچے وہ
قدیم جدید ہے اس تھے سب ایسا قدرت کیرا رب
سہج سہج سو اس کا ٹھار سہج ہوا ہے اس تھے یار
ارشاد نامہ شریعت کا فیض ہے اس میں رحمت کا
جس کو دے وے پاوے راہ کہیا یھدی من یشاء
شاہد ہے اوجا منظور جس کے نور سے کل معمور(۱۴)

شب روز تو ماری یاد میں تل تل نہ پل پل دم بدم سچ بولتا گر جھوٹ اچھے کھاؤں ابد کئی ماس میں
جانم کہے اے شہ پری یک زہرا دوسرا مشتری توں سیام ہوں تیری چری کہتا ہوں راسک راس میں(۱۵)

حضرت برہان الدین جانمؔ شریعت وطریقت کے مجمع البحرین تھے، بلند وبالا شخصیت سلسلۂ بندہ نواز کی ایسی مضبوط کڑی تھی جس کو نظر انداز کرنے کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔انتقال عین جوانی کے عالم میں ۱۰۰۷ھ مطابق ۱۵۹۸ء میں ہوا اور اپنے والد میراں جی شمس العشاق کے مقبرے

www.shibliacademy.org

ہی میں سپرد خاک کیے گئے۔ راقم الحروف نے شاہ پور (بیجاپور) جاکر دونوں بزرگوں کی زیارت کی ہے۔ شاہ پور شہر بیجاپور کے مضافات کا قصبہ ہے جہاں اب چند پس ماندہ مسلمان آباد ہیں۔ ''عزیز جاں چشتیاں جانم'' سے وفات کے سنہ ۱۰۰۷ھ کا استخراج کیا گیا ہے۔(۱۶)

حضرت سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ: حضرت سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ کا تخلص امینؔ اور شیر خدا لقب تھا، بعض اوقات اعلیؔ بھی بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ سید شاہ برہان الدین جانمؔ کے فرزند اور سید شاہ میراں جی شمس العشاق کے پوتے تھے۔ سلسلۂ نسب سترہ واسطوں سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ اپنے والد کے انتقال کے چند ماہ بعد عالم ناسوت میں تشریف فرما ہوئے ولادت ۱۰۰۷ھ م ۱۵۹۸ء میں ہوئی، مادۂ تاریخ ہے ''پیر چشتیاں یوہے''(۱۷) پروفیسر محمد علی اثر نے سلطان سکندر عادل شاہ کے دور (۱۰۸۳ھ م ۱۶۷۲ء) کے شاعر اور شاہ امین الدین اعلیٰ کے مرید شاہ محمد حسین قادری معظم بیجاپوری کی تصنیف مخطوطہ شجرۃ الاتقیاء (مخزونۂ سالار جنگ میوزیم) کے حوالے سے تحریر کیا ہے۔

> ''حضرت جانم کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ان کی اہلیہ حاملہ ہیں تو انہوں نے اپنے خلفا و مریدین کو یہ خوشخبری سنائی اور ہونے والے بیٹے کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایک ساتھ غیب کے خزینے لے آئے گا، انہوں نے یہ بھی کہا کہ ایک بیابان میں دو شیر اور ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں، خدا نے ہمیں یاد کیا ہے اور ہم آپ سے رخصت ہونے والے ہیں''۔

سنے گھر میں امید ہے شاہ نے　　کیے پیچ شادی سو جم جاہ نے
اسی روز شہہ نے دیے سب خبر　　صفت سب امینؔ کی کہے کھول کر
خدا کا کہے شیر آتا ہے یو　　برابر چھپے گنج لاتا ہے یو
کہے اب طلب مجھ کیا ہے حضور　　آتا مجھ کوں جانا ہوا بالضرور
نہ یک ٹھار دو ملکے رہتے پلنگ　　نہ یک میان میں دو سمائے فرنگ
کہے سر اوپر ہے تمہارے خدا　　ہمیں اب تمہارے سوں ہوتے جدا(۱۸)

شاہ امین الدین اعلیٰ اپنے آبا و اجداد کی طرح حامل علم و عرفان اور صاحب کشف و کرامت

www.shibliacademy.org

بزرگ تھے، اپنے والد ماجد کی دعوت رشد و ہدایت اور تحریک تصوف و احسان کو جنوبی ہند کے دور دراز علاقوں تک پھیلایا۔ ان کے بیسیوں خلفا اور سیکڑوں مرید پیغام تعلق مع اللہ کو لے کر شہر شہر اور قریہ قریہ پہنچے، جہاں انہیں کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں شمع ایمان و ایقان فروزاں کرنے کا زریں موقع فراہم ہوا۔ نئے نئے مقامات اور نو بہ نو حالات میں ان نفوس قدسیہ نے مصائب و آلام کی پروا کیے بغیر سکون وطمانیت کے ساتھ اشاعت دین کا فریضہ انجام دیا۔ یہی سبب ہے کہ آج بھی جنوبی ہند کے ہر خطۂ زمین پر مسلمانوں کی آبادیاں باعزت و احترام بود و باش اختیار کی ہوئی ہیں۔

شاہ امین مادر زاد ولی تسلیم کیے جاتے ہیں، اکثر جذب و بے خودی کی کیفیت طاری رہتی تھی، جب کبھی اس حال سے افاقہ ہوتا تو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر گامزن رہتے ہوئے ارشاد و تلقین اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو جاتے۔ چنانچہ ان کی نظم و نثر میں تحریر کردہ متعدد کتابیں آج تک محفوظ ہیں، ان میں محبت نامہ، جواہر الاسرار، مدح برہان الدین جانمؔ، سکھ سہلا، قریہ، حقیقت وجودیہ، غزلیں، گیت وغیرہ مختلف کتب خانوں کی زینت بڑھا رہی ہیں۔ نثری تصنیفات میں گنج مخفی، وجودیہ، گفتار شاہ امین، ارشادات، ظاہر و باطن، عشق نامہ، شرح کلمۂ طیب، کلمۃ الاسرار قابل ذکر ہیں۔

(۱۹) چونکہ وہ صاحب تصرف و تکشف اور عارف حقیقت و معرفت بزرگ تھے اسی لیے ان کی ذات بابرکت اسی دور میں عوام و خواص کی توجہات کا مرکز بنی ہوئی تھی اور تصرفات و کرامات کا چرچہ چار دانگ عالم میں خوب ہو رہا تھا، اس صورت حال کی وجہ سے خواص میں سے بعض افراد معاندین و حاسدین بن گئے تھے جن میں حاکم وقت بھی شامل تھا، اس ضمن میں ایک واقعہ ''تاریخ بالکنڈہ'' کے مصنف نے رقم کیا ہے جس میں عبرت و نصیحت کے کئی پہلو ہیں۔

''حضرت امین الدین اعلیٰ بڑے پایہ کے بزرگ اور ولی تھے، ان کے متعلق بعض کوتاہ اندیشوں نے نوجوان بادشاہِ وقت سلطان سکندر عادل شاہ (۱۶۷۳ء۔ ۱۶۸۶ء) کے خیالات کو برگشتہ کر دیا۔ چنانچہ وہ ہر بات میں حضرت سے کج بحثی کرتا تھا اور حضرت کو نماز جمعہ کے لیے مسجد میں آنے کے لیے مجبور کرتا تھا، چنانچہ ایک روز خواجہ صاحب نے مسمی قادر لنگا خادم (شاہ قلندر لنگا کوتالی) کو اپنا مصلیٰ دے کر تالاب شاہ پور لے گئے اور مرید (خادم) کو حکم دیا کہ پانی پر بچھا دے، حکم کی تعمیل کی گئی، اس واقعہ کی شہرت تمام مخلوق میں ہو گئی اور بادشاہ خود بھی حاضر ہوا اور دیکھا کہ مصلیٰ تالاب

www.shibliacademy.org

کے عمیق حصے میں پانی پر بچھا ہوا ہے، حضرت نے ہر ایک سے فرمایا کہ ''چلو آؤ با جماعت نماز ادا کریں''، کسی کی ہمت نہ ہوئی تو خود حضرت ہی مصلیٰ پر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا فرما کر چلے آئے''۔(۲۰)

حصولِ خلافت کا قصہ بھی بڑا عجیب وغریب ہے۔مولف ''مشکوٰۃ النبوۃ'' نے شاہ امین الدین اعلیٰ کے حالات میں لکھا ہے۔

حضرت شاہ امین الدین اعلیٰؒ ہنوز در شکم مادر بود کہ شاہ برہان جانم روزے کلاہ مبارک خود بر شکم مادر ایشاں نہادہ فرمودند کہ امین الدین در شکم تو است، ایں خرقۂ امانت اوست، باید کہ بدو رسانی پس حضرت ایشاں بوجود آمدہ بہ وقت خود بہ معرفت خود آں کلاہ پدر بہ ہماں اجازت پدر پوشیدند۔

یعنی شاہ امین الدین اعلیٰؒ ابھی ماں کے پیٹ ہی میں تھے کہ ایک روز برہان الدین جانمؒ نے اپنی کلاہ مبارک کو اپنی حاملہ بیوی کے پیٹ پر رکھ کر فرمایا کہ امینؔ الدین تمہارے شکم میں ہے، یہ خرقہ اس بچہ کی امانت ہے، چاہیے کہ اسے یہ امانت پہنچادی جائے، اس کے بعد آپ کی ولادت ہوئی اور سن شعور کو پہنچے تو آپ نے اس خرقۂ خلافت کو اپنے والد کی پیشگی اجازت کے سبب زیب تن کرلیا۔(۲۱)

علاوہ ازیں شاہ امین الدین کی تعلیم وتربیت کی تمام تر ذمہ داریاں شاہ جانم نے اپنے خلیفۂ خاص حضرت شیخ محمود خوش دہان مصنف ''معرفت السلوک ورموز الانوار'' کے سپرد کردیں جنھوں نے سلطان ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ھ م ۱۵۸۰ء/ ۱۰۳۷ھ م ۱۶۲۷ء) کی گراں قدر تصنیف ''نورس'' کی تعریف اپنی مثنوی ''علم الحیاۃ'' میں کی تھی،شاہ خوش دہاں سلسلۂ چشتیہ کے نامور بزرگ ہیں اور ان کا شمار اپنے وقت کے بلند پایہ علما اور کاملین صوفیہ میں ہوتا ہے۔شاہ خوش دہاں نے اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے شاہ امین الدین اعلیٰ کو علوم ظاہری اور رموز باطنی سے آراستہ وپیراستہ کیا اور پھر مرشد کی وصیت کے مطابق ان کی امانت خلافت کو اپنے شاگرد و مرید شاہ امین الدین کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے بعد وہ شجرۂ مرشد میں اپنا نام لے آئیں، یہ وجہ تھی کہ وہ اپنے والد شاہ جانمؒ کے خلیفہ وجانشین کہلائے۔شاہ امین الدین سلسلۂ بندہ نواز کے اولیائے کبار میں اجتہادی

www.shibliacademy.org

فکر اور اختراعی مزاج کے حامل تھے، چنانچہ انہوں نے بدن انسان کی ترکیب وجودی کو ''چار عناصر'' کی بجائے پانچ عناصر کا مرہون منت بتایا ہے، بقول ڈاکٹر حسینی شاہد :

> ''حضرت امین کے نظام فکر میں چار عناصر آب، آتش، باد و خاک کے علاوہ ''خالی'' یا ''ہوا'' کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے، یہ حضرت امین کا اجتہاد ہے کہ وہ ان چاروں عناصر کی طرح خالی یا ہوا کو بھی ایک مستقل عنصر تسلیم کرتے ہیں، ان پانچوں عناصر کا انہں نے اپنی تصانیف میں بالالتزام ذکر کیا ہے اور اس کے پچیس گن گنائے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کا تصوف ''پانچ عناصر پچیس گن'' کا تصوف کہلاتا ہے۔''(۲۲)

آخر میں شاہ امین کی غزلوں کے چند شعر دیے جارہے ہیں جن کا مطالعہ ان کے علمی و ادبی مقام کے تعین کے لیے ناگزیر ہے۔

ارے من باولے مورکھ اجھوں میں سیک سیانا ہو — گنوایا عمر بے حاصل رہے کچ نا گنوانا ہو

شبے توں چھوڑ دے مادی کہوں یک بات سن تازی — خدا جس باٹ ناراضی نہیں اس راہ جانا ہو

دوئی دل تھے یوسٹ دھوکر ہو نرمل پاک یک ہوکر — ہو فانی یوں اپس کھوکر قدم ثابت نبھانا ہو

آنند بستا دل میں دائم غفلت سوں کی سوتے ہیں — جس سوں یو دم آتا جاتا جان پوچ کی کھوتے ہیں

دل بحر میں غواص ہو روح صدف کے کاجیں امین — بے باہ درس صدف میں نور جاں تو سمجھیں امین

دیکھو سکھی شہد کا لگن مجہ کو جلیا دل گیر کر — دونین کے خنجر بنا نکلے کلیجہ چیر کر

گھائل پڑیا جا کدر تا روز محشر نا کہو — چوٹیں لگائے ہیں مجے ہر ہر پلک کے تیر کر(۲۳)

شاہ امین اپنے فیوض و برکات کو دور دور تک بکھیرتے ہوئے بتاریخ ۲۴/رمضان المبارک ۱۰۸۶ھ م ۱۶۷۵ء پردۂ خاک نہاں ہوگئے ''ختم ولی'' سے سنہ وصال برآمد ہوتا ہے۔ مزار شاہ پور (بیجاپور) ہی میں اپنے والد ماجد کے گنبد کے قریب زیارت گاہ خاص و عام بنا ہوا ہے۔

(باقی)

ماخذ

(۱) خواجہ دکن، مشمولہ ''ایوان اردو'' دہلی، مارچ ۲۰۰۴ء ص ۷ ماخوذ از ''بصارت سے بصیرت تک'' ڈاکٹر محمد علی اثر،

www.shibliacademy.org

مطبوعہ ایجوکیشنل پبلی شنگ ہاؤز دہلی ۲۰۱۲ء، ص ۱۲۔ (۲) ڈاکٹر راہی فدائی ''استشہاد'' کرناٹک اردو اکادمی، بنگلور مطبوعہ ۲۰۱۲ء ص ۷۰/۷۱۔ (۳) میراں جی شمس العشاق، خودنوشت، مخطوطہ (۸۶۳)، ادارۂ ادبیات اردو، حیدرآباد۔ ص ۲۱۔ (۴) شجرۃ الاتقیاء۔ مخطوطہ ۱۳۱، تصوف، کتب خانۂ سالار جنگ، حیدرآباد بحوالہ ''تحقیقات اثر'' از ڈاکٹر محمد علی اثر، نشاط پبلیشرز، محبوب چوک، حیدرآباد، مطبوعہ ۲۰۰۵ء ص ۲۴۔ (۵) ڈاکٹر محمد جمال شریف ''دکنی میں اردو شاعری ولی سے پہلے'' ادارۂ ادبیات اردو، حیدرآباد ۲۰۰۴ء ص ۱۴۳۔ (۶) کلمۃ الحقائق ص ۵، بحوالہ ''دکن میں اردو شاعری ولی سے پہلے'' از ڈاکٹر محمد جمال شریف، نظر ثانی و مقدمہ ڈاکٹر محمد علی اثر، ادارۂ ادبیات اردو، حیدرآباد مطبوعہ ۲۰۰۴ء ص ۱۴۹۔ (۷) ڈاکٹر محمد جمال شریف، ''دکن میں اردو شاعری ولی سے پہلے'' ص ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ (۸) ایضاً، ص ۱۷۴۔ (۹) ایضاً، ص ۱۷۶۔ (۱۰) ڈاکٹر محمد علی اثر، تحقیقات اثر، مطبوعہ ۲۰۰۵ء ص ۲۶۔ (۱۱) ڈاکٹر محمد علی اثر، ''بصارت سے بصیرت تک'' ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی مطبوعہ ۲۰۱۲ء ص ۴۵۔ ۴۶۔ (۱۲) ایضا، ص ۴۴۔ (۱۳) پروفیسر محمد علی اثر ''عادل شاہی دور میں اردو غزل'' کرناٹک اردو اکادمی، بنگلور، مطبوعہ ۲۰۱۳ء ص ۵۹۔ (۱۴) تحقیقات اثر، ص ۴۔ ۳۶۔ (۱۵) ''عادل شاہی دور میں اردو غزل'' ص ۶۳۔ (۱۶) ''دکنی میں اردو شاعری ولی سے پہلے'' حاشیہ ڈاکٹر محمد علی اثر، ص ۱۷۷۔ (۱۷) ایضاً، ص ۱۷۷۔ (۱۸) تحقیقات اثر، ص ۲۶۔ (۱۹) ''عادل شاہی دور میں اردو غزل'' ص ۱۹۴۔ (۲۰) ''دکن میں اردو شاعری ولی سے پہلے'' ص ۴۰۱۔ (۲۱) ایضاً، ص ۳۹۸۔ (۲۲) ڈاکٹر حسینی شاہد، ''سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ حیات و کارنامے'' انجمن ترقی اردو، حیدرآباد مطبوعہ ۱۹۷۳ء ص ۱۶۔ (۲۳) ''عادل شاہی دور میں اردو غزل'' ص ۱۹۶، ۱۹۸، ۲۰۰، ۲۰۱۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

سید صباح الدین عبدالرحمٰن

قیمت =/۱۵ روپے

www.shibliacademy.org

اخبار علمیہ

''خطبات جمعہ کا تین نئی زبانوں میں ترجمہ''

خادم الحرمین انسٹی ٹیوٹ برائے حج وعمرہ نے اس منصوبہ پر کام کرنا شروع کردیا ہے جس کے تحت حرم کے خطبات جمعہ کا ترکی، فارسی اور حوثی زبانوں میں ترجمہ کیا جائے گا۔شعبۂ ترجمہ کے ڈائریکٹر ولید الصقعبی کے بیان کے مطابق اس سے ان زبانوں کے جاننے والے ہزاروں زائرین حرم کو خطبے کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ اس سے قبل انگریزی، فرانسیسی، مالی اور اردو زبانوں میں یہ سہولت بہم پہنچائی جاچکی ہے۔ حرمین شریفین کے جملہ امور کی ذمہ دار تنظیم کے سربراہ عبدالرحمان السدیس نے اس منصوبے کی تکمیل کے لیے ایک کمیٹی قائم کردی ہے۔جس میں ام القریٰ، شاہ عبدالعزیز اور امام محمد بن سعود یونیورسٹیوں سے وابستہ علماو محققین شامل ہوں گے۔انہوں نے اس سلسلہ کی بعض دوسری تفصیلات بھی بتائیں اور کہا کہ یہ اہم کام انشاءاللہ جلد ہی مکمل کرلیا جائے گا۔ (راشٹریہ سہارا، ۱۲/اپریل ۲۰۱۶ء)

''دنیا کی چنیدہ یونیورسٹیوں میں بعض پاکستانی تعلیمی ادارے شامل''

برطانوی رینکنگ کوئیک کواریلی سائمنڈز (کیوایس) نے دنیا کی نمایاں ترین آٹھ سو یونیورسٹیوں کی فہرست جاری کردی ہے۔جس میں اعلیٰ تعلیم کے ۶ تعلیمی ادارے بھی شامل ہیں۔ یہ رینکنگ تعلیمی کارکردگی ۴۰ فیصد، ملازمین کی کارکردگی ۱۰ فیصد، طلبہ و فیکلٹی کی شرح ۲۰ فیصد، عالمی شعبہ جات کی شرح ۵ فیصد اور غیرملکی طلبہ کی شرح ۵ فیصد کو مدنظر رکھ کر ترتیب دی جاتی ہے۔جس کا مقصد تحقیق، تدریس، روزگار اور عالم گیریت کا اندازہ کرنا ہوتا ہے۔ کیوایس کی عالمی یونیورسٹی رینکنگ برائے ۱۶-۲۰۱۵ء میں جن پاکستانی یونیورسٹیوں کو شامل کیا گیا ہے ان میں نیشنل یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، اسلام آباد، قائداعظم یونیورسٹی، لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور یونیورسٹی آف کراچی اور یونیورسٹی آف لاہور۔اول الذکر یونیورسٹی نسٹ کو انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی کے زمرہ میں علاحدہ سے ۳۴۰ جامعات میں شامل کیا گیا ہے۔اس تحقیقی جائزہ کے مطابق دنیا کی دس نمایاں ترین یونیورسٹیوں میں میسا چوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی، ہارورڈ یونیورسٹی، کیمبرج یونیورسٹی، اسٹین فوڈ یونیورسٹی، کیلیفورنیا یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی، یونیورسٹی آف آکسفورڈ، یونیورسٹی کالج لندن، امپیریل کالج، ای ٹی ایچ زیورخ اور یونیورسٹی آف شکاگو ہیں۔

---

www.shibliacademy.org

''قدرتی ساعت حیات کا مطالعہ''

سائنس دانوں نے انسان کے جسم میں پائی جانے والی حیاتی گھڑی کے مطالعہ کے بعد معلوم کیا ہے کہ انسانی جسم کسی بھی کام کو دن کے کسی مخصوص حصے ہی میں بہتر طور پر سرانجام دے سکتا ہے۔ڈیلی میل کے مطابق برمنگھم یونیورسٹی کے محققین کا کہنا ہے کہ صحت مند زندگی کے لیے اپنی حیاتی گھڑی کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ اہم کاموں کا درست وقت ضرور معلوم ہونا چاہیے۔ماہرین نے کاموں کے لیے بہترین اور مخصوص اوقات کی تفصیل بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ اولاد کے خواہش مند افراد کے لیے صبح ۸ بجے کا وقت سب سے مفید ہے۔ اس لیے کہ اس وقت سپرم کی تعداد اور قوت جسمانی عروج پر ہوتی ہے اور دوسری جسمانی صلاحیتیں بھی بہتر ہوتی ہیں۔اسی طرح ورزش کے لیے سہ پہر یعنی چار بجے کو بہترین وقت قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس وقت پھیپھڑے کی کارکردگی پورے شباب پر ہوتی ہے۔امریکی سائنس دانوں نے تقریباً ۵ ہزار افراد کے پھیپھڑوں کا پانچ سال تک مشاہدہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ سہ پہر کے وقت ہماری سانس لینے کی صلاحیت بہت اچھی حالت میں ہوتی ہے۔اس وقت جسم کو آکسیجن کی وافر مقدار میں فراہمی بھی ممکن ہوتی ہے۔

(اردو اخبار، پاکستان، ۲۷/اپریل ۲۰۱۶ء)

''امریکی سائنس داں کا حیران کن دعویٰ''

امریکہ کے پروفیسر ہنری گریلے نے ایک حیران کن دعویٰ یہ کیا ہے کہ بیس سال بعد ترقی یافتہ ممالک کے لوگ بچوں کی پیدائش کے لیے اختلاط ترک کردیں گے اور بچے کی خواہش کے لیے تخلیہ اختیار کرنا معیوب سمجھا جانے لگے گا۔انہوں نے یہ دعویٰ اپنی کتاب ''دی انڈ آف سکس اینڈ دی فیوچر آف ہیومن ری پروڈکشن'' میں کیا ہے۔اور لکھا ہے کہ آیندہ ۲۰ سے ۴۰ سالوں میں زوجین کے دل میں لڑکے کی خواہش کروٹ لے گی تو مرد اپنا مادہ تولید اور عورت اپنی جلد کا ایک ٹکڑا دے گی۔ڈاکٹر عورت کی جلد کے ٹکڑے سے سٹیم سلز تیار کریں گے اور پھر ان سے بیضہ بنایا جائے گا جسے بعدازاں مرد کے مادۂ تولید سے ملا کر ایمبر یو تخلیق کیا جائے گا اور یہ تمام کام لیباریٹری میں ہوگا۔ڈاکٹر مرد کے نطفے اور عورت کے بیضے سے متعدد امبریو پیدا کریں گے اور پھر ان پر تحقیق کر کے مرد و عورت کو بتائیں گے کہ کون سا ایمبر یو بیماریوں سے پاک ہے اور زندگی میں کن صلاحیتوں کا مالک ہوگا۔مرد و عورت اپنی پسند سے ایمبر یو کا انتخاب کریں گے اور ڈاکٹر لیباریٹری میں اس کو نشوونما دے کر بچے میں تبدیل کریں گے۔انہوں نے یہ پیشین گوئی بھی کی ہے

www.shibliacademy.org

کہ آیندہ ۲۰ سے ۴۰ سالوں میں ترقی یافتہ ممالک میں بچے کے لیے فطری عمل بالکل متروک ہوجائے گا۔

(اردو اخبار، پاکستان، ۲؍مئی ۲۰۱۶ء)

''دماغی صحت کے متعلق ایک رپورٹ''

عالمی ادارہ صحت نے حال ہی میں دماغی صحت کے متعلق ایک رپورٹ شائع کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ دماغی صحت کو بہتر بنانے کے لیے محض ایک ڈالر سرمایہ کاری سے صحت اور کام کرنے کی صلاحیت میں چار ڈالر کا اضافہ ہوتا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دنیا کی تقریباً ۱۰ فیصد آبادی دماغی عوارض سے دوچار ہے اور ہر پانچ منٹ میں سے ایک شخص ڈپریشن یعنی ذہنی دباؤ اور بے چینی کا شکار ہوسکتا ہے۔ اس لیے عالمی ادارہ صحت کا مشورہ ہے کہ ملکوں کو ذہنی صحت پر مختص وسائل میں بڑے اضافہ کی ضرورت پر توجہ دینی چاہیے۔ ۲۰۱۴ء میں کیے گئے ایک جائزہ کے مطابق حکومتیں دماغی صحت پر اوسطاً صرف ۳ فیصد خرچ کرتی ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں یہ شرح پانچ فیصد ہے جب کہ ترقی پذیر ممالک میں یہ شرح ایک فیصد سے بھی کم ہے۔

(وائس آف امریکہ، ۲۵/۲۰۱۶ء)

''مقبولیت کی عمر''

یونیورسٹی آف آکسفورڈ اور آلٹو یونیورسٹی اسکول آف سائنس کے زیر اہتمام کی جانے والی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ لوگ ۲۵ سال کی عمر میں اپنے سماجی حلقہ میں سب سے زیادہ مقبول ہوتے ہیں۔ محققین کی ٹیم نے یورپی ٹیلی کال سروس کے ۳۲ لاکھ موبائیل فون صارفین کی ایک سال کی گفت وشنید کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ تجزیہ سے یہ بات سامنے آئی کہ فون پر بات چیت کرنے والوں کی اوسط تعداد ۲۵ سال کی عمر میں سب سے زیادہ ہوتی ہے اور اس کے بعد ۴۵ سال کی عمر تک باقاعدہ سماجی رابطوں میں تیزی سے کمی آتی ہے۔ تحقیق سے یہ بھی پتہ چلا کہ سماجی رویوں میں تبدیلی کا تعلق عمر اور جنس سے ہے۔ جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ بڑھتی عمر کے ساتھ سماجی تعلقات محدود ہوتے جاتے ہیں اور ۷۰ تک پہنچتے پہنچتے حلقہ احباب کم ہوکر ۹ افراد تک محدود ہوجاتا ہے۔ رپورٹ میں یہ دلچسپ بات بھی ہے کہ مرد ۲۰ سے ۲۵ برس کے دوران عورتوں کے مقابلے میں زیادہ سماجی رابطے رکھتا ہے لیکن ۳۹ کی عمر میں یہ رجحان بدل جاتا ہے اور باقی زندگی میں عورتیں زیادہ سماجی روابط بڑھاتی ہیں۔

(رائل سوسائٹی اوپن سائنس، بحوالہ وائس امریکہ اردو، ۵؍مئی ۲۰۱۶ء)

ک، ص اصلاحی

www.shibliacademy.org

وفیات

آہ! ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد

(۱۹۲۹ء-۲۰۱۶ء)

افسوس ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد بھی اس دنیا سے رخصت ہوگئے، ۲۲/اپریل کو انہوں نے لکھنؤ میں اس زندگی کو الوداع کہا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

شاعری، ادب، انشاپردازی، تحقیق، تدریس اور خطابت کے عناصر و اجزاء سے ان کی ذات مرکب و مرتب تھی اور اس طرح تھی کہ ان کو دیکھ کر زندگی سے عشق ہوجائے۔ انہوں نے اپنے سوانح مرتب کیے، رقص شرر نام رکھا اور انتساب اپنے ایک محب و مخلص کے نام اس شعر سے کیا کہ

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہوجائے وہ لوگ آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں

بالواسطہ ہی سہی انتساب کے پردہ میں یہ ان کا خود کا تعارف بھی تھا۔

ان کی تاریخ پیدائش ۱۷/اکتوبر ۱۹۲۹ء ہے یعنی ان کے خالق نے ان کو قریب ۸۷ برسوں پر محیط عمر کی نعمت عطا کی کہ دنیا کو دیکھنے اور برتنے کا حوصلہ تشنگی کا شکوہ نہ کر سکے اور ہوا بھی یہی۔ مشہور تاریخی بستی کچھوچھہ شریف کے ایک مضافاتی گاؤں بھدہنٹر میں پیدا ہوئے، جس کا نام ان کی شاعرانہ حس مزاح کے لیے ہمیشہ ناپسندیدہ رہا، گرتی دیواروں اور ٹپکتی ہوئی چھتوں والے اس گاؤں کی تاریخ بہر حال کچھ عظمتوں کے نشان رکھتی تھی۔ حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی نے ایک طویل جہاں گشتی کے بعد اگر اس علاقہ میں قرار پایا تو اس کی وجہ ملک الامراء محمود احمد تھے جو اسی گاؤں کے زمین دار اور ملک زادہ مرحوم کے بزرگوں میں تھے۔

مولانا حسین احمد مدنی سے نانہالی قرابت تھی، ان کی یادوں کے سایے منظور صاحب کی زندگی کے سفر میں ہمیشہ گھیرے رہے، ان کے والد گورکھپور کے ایک اسکول میں معلم تھے۔ اس لیے ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم اسی شہر میں پائی۔ ۱۹۴۷ء میں وہ بی اے کے طالب علم تھے، مجنوں گورکھپوری ان کے اساتذہ میں تھے۔ گورکھپور کا ماحول علمی و شعری تھا جس کے اثر سے ان کا وہ پیکر تیار ہونے لگا جو بعد میں شاعر کی شکل میں ڈھل کر ان کی سب سے بڑی پہچان بن گیا۔ کم طالب علم ایسے ہیں جو گریجویشن کے مرحلہ ہی میں اپنا مقام بنا لیتے ہیں۔ ان کو سرکاری ملازمت جلد ملی لیکن یہ ریلوے کی تھی جو افتاد طبع کے خلاف تھی۔ ۱۹۵۳ء میں تیس سال کی

www.shibliacademy.org

عمر میں وہ شبلی کالج اعظم گڈھ کے شعبہ انگریزی سے وابستہ ہوئے، یہاں قریب گیارہ سال گزارے۔ جن کی یادان کی زندگی کا ہمیشہ سب سے اہم حصہ رہی۔ ریلوے کی ملازمت جن حالات میں ختم ہوئی یا کی گئی تھی اس سے ان کا دل ٹوٹ چکا تھا، ایسے میں شبلی کالج کی ملازمت سے وہ ذہنی طور پر مطمئن ہوئے اور درس وتدریس کی باوقار زندگی سے مفاہمت ان کی آیندہ ترقیوں کا سبب بن گئی۔ وہ مسلسل شبلی کالج کی یادوں کو سینے سے لگائے رہے لیکن ان کا کہنا تھا کہ اعظم گڈھ کا کوئی تصور دارالمصنّفین کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔ ان کی زبان پر اس کا ذکر برابر آتا رہا۔ شاہ معین الدین احمد ندوی اور سید صباح الدین عبدالرحمٰن کے متعلق انہوں نے لکھا کہ یہ سب بہت باضابطہ تہذیب کے انسان تھے لیکن مولانا عبدالسلام ندوی کے متعلق ان کا کہنا تھا کہ وہ ایسی خصوصیات کے مالک تھے جو تخلیقی فن کاروں کا امتیاز رہی ہیں۔ اس زمانہ کے اعظم گڈھ نے ان کی صلاحیتوں کو یقیناً جلا بخشی لیکن سب سے بڑھ کر یہ ہوا کہ یہیں انہوں نے مشاعروں کی نظامت کو ایک باوقار فن بنانے کی وہ اولیت حاصل کی جو بعد میں ان کی تمام صلاحیتوں پر چھا گئی بلکہ ان کی زندگی کا سب سے نمایاں عنوان بن گئی، انہوں نے لکھا بھی کہ اعظم گڈھ نے مشاعروں کے سلسلے میں میری شہرت کو پر لگائے اور یہ سلسلہ شاید زندگی کی آخری سانس تک جاری رہے، ہوا بھی یہی، مشاعروں کی عوامی شہرت نے ان کی دوسری ادبی مصروفیات کے دروازے کھول دیے۔ اس میں شک نہیں کہ ان کی تصنیفی صلاحیت میں کمی نہیں تھی، انہوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کے فکر وفن کو اپنے تحقیقی مقالہ کا عنوان بنایا اور اس احساس کے ساتھ بنایا کہ کسی ایسے مصنف کی ادبی خدمات کا جائزہ لینا جس کا عہد، تحقیق کے عہد سے بالکل ملحق ہو، بڑا دقت طلب اور نازک کام ہے۔ اس نازک کام سے منظور صاحب جس طرح عہدہ برآ ہوئے اور مولانا آزاد کے ادبی کمالات کا جائزہ، سیاسی تعصب اور جذباتی تعلق دونوں سے بالاتر ہوکر کیا، وہ ان کی تحقیقی دیدہ ریزی کے ساتھ ان کی رائے اور مطالعہ کی اصابت اور توازن کا عمدہ نمونہ ہے۔ بعد میں اسی بحث کے بعض اجزاء مولانا ابوالکلام آزاد، الہلال کے آئینہ میں، غبار خاطر کا تنقیدی مطالعہ اور ترجمان القرآن کا ادبی مطالعہ جیسی کتابوں کے ذریعہ سامنے آئے اور جن کی وجہ سے ابوالکلامیات میں ان کا ایک مقام متعین ہوا، ویسے ابتدائی دور میں ان کے قلم سے ایک ناول کالج گرل بھی نکلا، شعری مجموعہ بھی شائع ہوا۔ ان کی نگرانی میں چالیس سے زیادہ تحقیقی مقالے لکھے گئے۔ انہوں نے کئی رسالے بھی نکالے، آخری رسالہ امکان میں ان کی ادارتی تحریریں فکر انگیز ہیں۔ ادب وشعر کے مختلف کوچوں سے گزرنے کے بعد وہ اب اس ادب کی معرفت پاچکے تھے جس سے انسان ادب شناس کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ انہوں نے کئی بار ادب اسلامی کے تعلق سے مولانا علی میاں کے نظریات کو خوبصورت انداز میں پیش کیا۔

www.shibliacademy.org

شبلی کالج، گورکھپور اور لکھنؤ یونیورسٹی میں وہ درس و تدریس کے مشغلہ کو تقدس عطا کرتے رہے لیکن انہوں نے اردو مشاعروں میں اپنے انداز نظامت سے جو انقلاب برپا کیا، وہ واقعی بے مثال تھا۔ ایک جگہ انہوں نے لکھا کہ آزادی کے بعد جوش ملیح آبادی کو چھوڑ کر برصغیر کے سبھی اہم شعراء سے ان کو شرف نیاز حاصل رہا۔ گذشتہ نصف صدی میں انہوں نے جتنے لوگوں اور علاقوں کو دیکھا اور برتا اس کی مثال شاید مشکل سے ملے لیکن مشاعروں کے ذریعہ اردو کے حقیقی مسائل کو جاننے اور اردو کے درد کو سمجھنے کا جو موقع ملا وہ ان کی زندگی میں اردو کے لیے مسلسل جدوجہد کا بھی عنوان بن گیا، اپنوں اور بیگانوں نے ان کو اردو کی خدمت کے لیے جس طرح بے چین کیا وہ بھی ایک سراپا درد اور حسرت بھری داستان ہے۔ اس راہ میں ان کی ملاقات بلکہ تصادم نے سیاست کے عجب عجب رنگ دکھائے، منظور صاحب جانتے تھے کہ فرقہ پرست ذہن، مسلمانوں کی وفاداری پر شک کرکے اپنے تعصّبات کا جواز تلاش کررہے ہیں لیکن ان کو یہ بھی یقین رہا کہ اس ملک کی مشترکہ تہذیبی روایات زندہ و تابندہ ہیں ان میں قومی یکجہتی اور جذباتی ہم آہنگی انفرادی اور عوامی سطح پر اتنی زیادہ ہے کہ انہیں الگ الگ نہیں کیا جاسکتا۔ منظور صاحب نے اپنی زندگی کی داستان رقص شرر کے نام سے سنائی، بزم حیات کی گرمی اور جلنے اور جلانے والی دنیا کی تعبیر ان کی نگاہ میں رقص شرر سے تھی۔ اس کتاب پر معارف میں مولانا ضیاءالدین اصلاحی مرحوم نے معمول سے زیادہ طویل اور مفصل تقریظ لکھی، یہ کتاب ہی نہیں صاحب کتاب کے لیے حسن اعتراف تھا۔ شعر اور شراب اور اسی کے ہم قافیہ لفظ کی دنیا میں شب و روز سفر کرنے والے کے لیے محبت اور عزت اس وقت واقعی روا اور ضروری ہوجاتی ہے جب وہ موڑ آتے ہیں جہاں یکا یک نہ جانے کیا ہوجاتا ہے کہ ہچکیاں بندھ جاتی ہیں اور دل پھوٹ پھوٹ کر رونے کے لیے بے تاب ہوجاتا ہے۔ منظور صاحب زیارت حرمین سے مشرف ہوئے، جانتے تھے کہ اس منظر نامہ کو نثر و نظم میں بے شمار طرح پیش کیا گیا لیکن وہ لکھتے ہیں کہ "اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ کیا دیکھا تو شاید آنسوؤں کے چند قطرے جواب میں پیش کرسکوں، نہ کوئی تفصیل نہ بیان، آنکھوں میں آنسو، دل میں ہیجان اور ذہن کے پردہ پر ابھرتی تصویروں کے ساتھ مناسک ادا کرنے میں محسوس ہوا کہ ماہ و سال کی گردش رک کر ایک لمحہ موجود میں تبدیل ہوگئی...."۔

منظور صاحب کی یہ سلامت روی ان کے نیک والدین اور ان کے خاندان کی مذہبی روایات کے سبب تھی اور جس کی برکت سے ان کو سادگی، ہمدردی، معاملہ فہمی اور حق گوئی جیسی صفات ودیعت ہوئیں۔

اب وہ وہاں ہیں جہاں امید ہے کہ یہی احساس رقص شرر کی جگہ رحیق مختوم کے رقص جام کا منظر دکھلائے گا، اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

ع۔ص

www.shibliacademy.org

ادبیات

غزل

جناب شوق مانوی

(حضرت شوق کی کئی غزلیں کچھ دنوں پہلے ان کے صاحبزادے جناب جمیل مانوی نے معارف کو نذر کی تھیں، افسوس ۱۲؍مئی کو جناب شوق واصل رحمت حق ہوئے، شمارہ تیار تھا لیکن خراج عقیدت کے طور پر ان کی یہ غزل خاص طور پر شامل کی گئی)

کبھی تو رستے سے ڈر رہے ہیں کبھی وہ منزل کے فاصلے سے
قدم تو اٹھنے کو اٹھ رہے ہیں مگر نہایت تھکے ہوئے سے

یہ رنج وفرقت غضب ہو جیسے یہ دن بھی تاریک شب ہو جیسے
دیے جو تھے آرزو کے روشن، ہیں وہ بھی اب تو بجھے بجھے سے

یہی قفس ہے یہی نشیمن عجیب شے ہے وفا کا بندھن
وہ کیا دکھائے اڑان اپنی ہیں جس کے بازو بندھے بندھے سے

ہے تو یوں بھی حسین منظر دل اس طرف کو کھنچے نہ کیونکر
وہ نیچی نظریں سنا رہی ہیں غزل کے اشعار ان کہے سے

نہ بزم ہستی میں رنگ کوئی نہ زندگی کی امنگ کوئی
تمام محفل ہی بجھ گئی ہے دل فسردہ ترے بجھے سے

خلاف سمتوں میں جا رہا ہے سجائے ہیں خواب منزلوں سے
حواس بھی اپنے کھو دیئے ہیں بچھڑ کے ناداں نے قافلے سے

بیاں میں ندرت یہ فن پہ قدرت رہے گی محفل کو یوں بھی حسرت
کہاں سنائے کسی نے محفل میں شعراے شوقؔ آپ کے سے

سہارن پور۔

www.shibliacademy.org

قطعۂ تاریخ وفات

دکتر محمود حسن الٰہ آبادی

ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی

چوں بہ قضای خدا وقتِ اجل در رسید — دکتر محمود آں مردِ سلیم و رشید

راست رو و راست گو حق نگر و حق نمای — صاحب خلق جمیل قائل قولِ سدید

رفت ازیں خاکداں جانب قصر جناں — زانکہ ہمہ عمر خود جادۂ حق را گزید

کلک رئیس ایں چنیں سال وفاتش نوشت — با سر و پای کتاب رخت بہ جنت کشید

۱۹۹۴ ۲ ۲۰

۲۰

۲

۲۰۱۶ء

(۱۴۳۷ھ)

تاریخ وفات

پروفسور ملک زادہ منظور احمد

آن نویسندۂ معروفِ زبانِ اردو — آن سرایندۂ دل زندہ و مسرور نماند

رونقِ محفلِ اربابِ سخن سنج برفت — زینتِ منزلِ از قہقہہ معمور نماند

رفت جائے کہ کسی نیست رفیق و دمساز — ہیچ گہ آن کہ زا بنوہِ بشر دور نماند

سالِ فوتش ز خرد چونکہ بپرسید رئیس — گفت حرفی کہ در آن معنی مستور نماند

یازدہ کردہ ز مجموعۂ اعداد برون

(۱۱)
زودتر گو کہ "ملک زادۂ منظور نماند"

۱۴۴۸

-۱۱

۱۴۳۷ھ

(۲۰۱۶ء)

گوشۂ مطالعات فارسی، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۴، علی گڑھ، ۲۰۲۰۰۱۔

www.shibliacademy.org

مطبوعات جدیدہ

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ محبوب الٰہی: از مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی، متوسط تقطیع، کاغذ وطباعت مناسب، مجلد، صفحات ۴۱۶، قیمت درج نہیں، پتہ: کمال بک ڈپو، مدرسہ شمس العلوم، گھوسی، ضلع مئو اور گھوسی، مبارک پور و دہلی کے مشہور مکتبے۔

یہ کتاب کا ترمیم شدہ جدید ایڈیشن ہے۔ خواجہ نظام الدین اولیاء کے متعلق کتابوں اور تحریروں کی کمی نہیں، خود یہ کتاب کا تیسرا ایڈیشن ہے، اس مقبولیت میں خواجہ کی انسان نوازی کی وہ کرامت شامل ہے جس کی تعبیر ان کی صفت آدم گری سے کی گئی، انہوں نے ایسے انسانوں کی جماعت تیار کی جنہوں نے زندگی کو اخلاقی و روحانی قدروں کے لیے وقف کیا اور اس حقیقت کو ثابت کیا کہ حضرت کی خانقاہ سے انسانیت، احترام آدمیت اور پاکیزہ روحانیت کے چشمے جاری ہوئے اور جاری رہے۔ کتاب کے مصنف ایک فاضل عالم اور مشاق اہل قلم ہیں۔ اس کتاب میں بھی ان کے مطالعہ کی وسعت اور واقعات کی تلاش و تحقیق کی محنت اور واقعات کو عمدہ ترتیب سے پیش کرنے کی صلاحیت نمایاں ہے۔ چھ ابواب میں انہوں نے بدایوں اور وہاں کے علماء ومشائخ اور خواجہ گنج شکرؒ، سوانح سلطان المشائخ، ان کے اخلاق کریمانہ، خانقاہی نظام، خلفاء و مسترشدین کے احوال اس طرح جمع کردیے کہ تشنگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ روایات و کرامات کا حصہ اس قسم کے سوانح میں ہمیشہ عقل کے لیے حیرت کا سامان ہوتا ہے۔ یہ کتاب بھی اس سے خالی نہیں۔

سیرت داعی اسلام مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ: از مولانا محمود حسن حسنی ندوی، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ وطباعت، مجلد، صفحات ۶۴۰، قیمت درج نہیں، پتہ: ابراہیم بک ڈپو، مدرسہ ضیاء العلوم، میدان پور، رائے بریلی، یوپی اور لکھنؤ کے مشہور مکتبے۔

مولانا عبداللہ حسنی نے ستاون سال کی عمر پائی لیکن ان کی علمی، دعوتی، تبلیغی کاوشوں بلکہ جاں فشانیوں کا حساب کیا جائے تو یہ قلیل عرصہ حیات اپنی معنویت کے لحاظ سے گویا صدی پر محیط ہے۔ عربی، اردو، تحریر تقریر، تعلیم تدریس، تبلیغ تلقین میں ہر لمحہ دینی حمیت اور ملی غیرت کے ساتھ ساری انسانیت کی ہدایت کے لیے طلب اور تڑپ نے ان کی زندگی کو سیکھنے، سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لائق بنادیا۔ اس کتاب میں سترہ ابواب ہیں جو ان کی مختصر زندگی کی برکت کے غماز ہیں۔ مولانا سید نظام الدینؒ نے بجا فرمایا کہ ''مولانا

www.shibliacademy.org

عبداللہ کے اندر اللہ نے حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی خصوصیات رکھیں تھیں'، ایک قابل تقلید اور لائق رشک شخصیت کے مفصل سوانح و احوال، بعد کے لوگوں کے لیے کارآمد سرمایہ ہیں۔ اس سرماقیہ کو پیش کیا جانا ضروری تھا، لائق مصنف نے اس فرض کو جس خوبی سے ادا کیا ہے اس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ ہی سے کیا جاسکتا ہے۔

تذکرۂ سخن وران بڑودہ (۱۸۵۰ء تا حال): از جناب ظہیر صبا قادری، متوسط تقطیع، کاغذ و طباعت مناسب، مجلد مع گرد پوش، صفحات ۲۸۸، قیمت ۳۰۰ روپے، پتہ: ایم۔آر پبلی کیشنز، ۱۰، میٹروپول مارکیٹ، ۲۷۲۴، فرسٹ فلور، کوچہ چیلان، دریا گنج نئی دہلی۔۲۔

دارالخیرات گجرات کا شہر اور کبھی ریاست، بڑودہ، بعض دوسری ریاستوں کی طرح اردو زبان کا گہوارہ نہیں رہی، لیکن وہاں کے راجاؤں، مہاراجاؤں نے اردو زبان کی قدر میں کمی بھی نہیں کی۔ خصوصاً مہاراجہ کھنڈے راؤ کے زمانہ اقتدار میں شمالی ہند کے کئی اہل علم و ادب نے اس خطہ کو اپنا مامن و مسکن بنایا اور مہاراجہ کی سرپرستی اور قدردانی کی بدولت "بڑودہ کو گویا شمالی ہند کا خطہ و حصہ بنا دیا" اس کتاب کے مصنف نے ان لوگوں کے کمال کے اعتراف میں لکھا کہ انہوں نے بڑودہ کے عوام میں اردو ادب، شعر و شاعری اور موسیقی کا شوق تو پیدا ہی کیا۔ زبان کی صفائی، روزمرہ اور محاوروں کی صحت اور نزاکت خیال میں بھی بڑودہ میں دہلی اور لکھنؤ کی یاد تازہ کردی۔ اس کتاب میں اسی دعویٰ کو بڑودہ کے سخن وروں کے کام اور کلام سے مدلل کیا گیا ہے۔ غالب و داغ کے تلامذہ اور پھر ان کے شاگردوں نے جس طرح اردو کی شمع روشن رکھی۔ اس کی ایک دلچسپ اور کارآمد تاریخ اس کتاب میں اس طرح آ گئی کہ ۱۸۵۰ء سے اب تک اس کو چار ادوار میں تقسیم کیا گیا، ہر دور کی شاعری میں تغیر و ارتقاء کی نشان دہی کی گئی، شعروں کا انتخاب کیا گیا اور اس انتخاب سے خود مرتب کا حسن ذوق بھی نمایاں ہوگیا۔ ایک شاعر ضیا ندوی کے ذکر سے معلوم ہوا کہ یہ سلیمانی جماعت کے پیشوا تھے۔ شروع میں لائق مرتب نے سخن وران بڑودہ کے عنوان سے ایک طویل نظم لکھی ہے، یہ بجائے خود اصل مضمون پر حاوی ہے، آخر میں یہ شعر بالکل حق ہے کہ

بڑودہ کے یہ سب اہل قلم شان بڑودہ ہیں غزل کی انجمن کا حسن اور جان بڑودہ ہیں

پروفیسر مقصود احمد اور پروفیسر سید وحید اشرف کی تحریروں نے اس کتاب کے اعتبار کو سند بخش دی ہے۔

ع۔ص

www.shibliacademy.org

رسید کتب موصولہ

۱۔ پرسہ: ندیم صدیقی، اردو قبیلہ (نمبر ۱) ۲۴/الوصی، ۱۰۱، سیلیش نگر، نزد ریلوے اسٹیشن ممبرا (تھانے) انڈیا۔ قیمت: ۴۰۰/روپے

۲۔ حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ مشاہدات و تاثرات: مرتب طلحہ نعمت ندوی، علامہ سید سلیمان ندوی اکیڈمی، استھانواں، (بہار شریف) نالندہ۔ قیمت: ۲۵۰/روپے

۳۔ حضرت استاذی المحترم مولانا سید سلیمان ندوی: سید صباح الدین عبدالرحمٰن، علامہ سید سلیمان ندوی اکیڈمی، استھانواں، (بہار شریف) نالندہ۔ قیمت: ۲۵۰/روپے

۴۔ خیریات: رؤف خیر، 9-11-137/1، موتی محل، گولکنڈہ، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۸، انڈیا۔ قیمت: ۲۰۰/روپے

۵۔ روح تعلیم: محمد مظہر الاعظمی، تقدیم شیخ محمد الاعظمی، مکتبۃ الفہیم، مئوناتھ بھنجن یوپی۔ قیمت: ۱۵۰/روپے

۶۔ سرمایۂ فکر و ادب: ڈاکٹر حدیث انصاری، نعیم بک سیلر، صدر چوک، مئوناتھ بھنجن یوپی۔ قیمت: ۴۶۰/روپے

۷۔ سماجی برائیوں کا انسداد اور قرآنی تعلیمات: اشہد رفیق ندوی، ادارہ علوم القرآن، شبلی باغ، علی گڈھ۔ قیمت: ۳۶۰/روپے

۸۔ سیفی سرونجی کی ادبی و صحافتی خدمات: محمود محمد خان، ۲/۲۸ بارہ محل شاہجہاں آباد، بھوپال (ایم پی)۔ قیمت: ۲۵۰/روپے

۹۔ عربی اردو امثال ایک تقابلی مطالعہ: ڈاکٹر سفیان حسان ندوی، مکتبہ دین و دانش، ۱۳ مسجد شکور خاں روڈ، بھوپال۔ قیمت: ۳۵۰/روپے

۱۰۔ ناگپور میں اردو شاعری: ڈاکٹر محمد شرف الدین ساحل، مرتبین: محمد رفیع الدین/شبانہ پروین، ساحل کمپیوٹرس، حیدری روڈ، مومن پورہ، ناگپور (مہاراشٹر)۔ قیمت: ۱۴۲/روپے

www.shibliacademy.org

تصانیف علامہ شبلی نعمانیؒ

سیرۃ النبیؐ جلد اول و دوم (یادگار ایڈیشن)	2000/-	موازنہ انیس و دبیر	100/-
سیرۃ النبیؐ		اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر	85/-
(خاص ایڈیشن مکمل سیٹ ۷ جلدیں)	2200/-	سفرنامہ روم و مصر و شام	200/-
علامہ شبلی و سید سلیمان ندوی		کلیات شبلی (اردو)	180/-
مقدمہ سیرۃ النبیؐ	30/-	کلیات شبلی (فارسی)	45/-
الفاروق	300/-	مقالات شبلی اول (مذہبی)	100/-
الغزالی	200/-	مرتبہ: سید سلیمان ندوی	
المامون	100/-	مقالات شبلی دوم (ادبی) ؍؍	70/-
سیرۃ النعمان	300/-	مقالات شبلی سوم (تعلیمی) ؍؍	80/-
سوانح مولانا روم	80/-	مقالات شبلی چہارم (تنقیدی) ؍؍	200/-
شعر العجم اول	150/-	مقالات شبلی پنجم (سوانحی) ؍؍	150/-
شعر العجم دوم	130/-	مقالات شبلی ششم (تاریخی) ؍؍	90/-
شعر العجم سوم	125/-	مقالات شبلی ہفتم (فلسفیانہ) ؍؍	100/-
شعر العجم چہارم	150/-	مقالات شبلی ہشتم (قومی و اخباری) ؍؍	110/-
شعر العجم پنجم	120/-	خطبات شبلی مرتبہ: عبدالسلام ندوی	80/-
الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی	350/-	انتخابات شبلی مرتبہ: سید سلیمان ندوی	45/-
(محقق ایڈیشن) تحقیق: ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی		مکاتیب شبلی اول ؍؍	150/-
الکلام	230/-	مکاتیب شبلی دوم ؍؍	190/-
علم الکلام	180/-	شذرات شبلی مرتبہ: ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	220/-

www.shibliacademy.org

www.shibliacademy.org

ISSN 0974 - 7346 MA'ARIF (URDU) -PRINT
MAY 2016 Vol- 197 (5)
RNI. 13667/57 **MA'ARIF** AZM/NP- 43/016
Monthly Journal of
DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY

P.O.Box No: 19, Shibli Road, AZAMGARH, 276001 U.P. (INDIA)
Email: shibli_academy@rediffmail.com, info@shibliacademy.org
Website: www.shibliacademy.org

Bank Name: Punjab National Bank - Heerapatti, Azamgarh
Account No: 4761005500000051 - IFSC No: PUNB0476100
✆ (Office Mobile) 09170060782

تصانیف و مطبوعات شبلی صدی تقریبات

۱۔	سیرۃ النبیؐ جلد اول ودوم (یادگار ایڈیشن)	علامہ شبلی نعمانی	2000/-
۲۔	شبلی کی آپ بیتی	ڈاکٹر خالد ندیم	325/-
۳۔	دار المصنّفین کے سو سال	کلیم صفات اصلاحی	350/-
۴۔	شذرات شبلی (الندوہ کے شذرات)	مرتبہ: ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	220/-
۵۔	الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی	علامہ شبلی نعمانی تحقیق: ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی	350/-
۶۔	محمد شبلی لائف اینڈ کنٹری بیوشنس	ڈاکٹر جاوید علی خاں	230/-
۷۔	حیات شبلی (جدید)	علامہ سید سلیمان ندوی	650/-
۸۔	مولانا الطاف حسین حالی کی یاد میں	اشتیاق احمد ظلی	250/-
۹۔	حیات سعدی	تصنیف: خواجہ الطاف حسین حالی	400/-
۱۰۔	شبلی شناسی کے اولین نقوش	مرتبہ: ظفر احمد صدیقی	600/-
۱۱۔	شبلی ایک دبستان	آفتاب احمد صدیقی	250/-
۱۲۔	محمد علی (ذاتی ڈائری کے چند ورق) اول	مولانا عبد الماجد دریابادی	300/-
۱۳۔	متاع رفتگاں	شاہ معین الدین احمد ندوی	200/-
۱۴۔	یہود اور قرآن مجید	مولانا ضیاء الدین اصلاحی	150/-
۱۵۔	رسائل شبلی	علامہ شبلی نعمانی	300/-
۱۶۔	اردو ترجمہ مکاتیب شبلی	ڈاکٹر خالد ندیم	110/-